﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد23 | جمعۃ المبارک 15 جنوری 2016ء — 04 ربیع الثانی 1437 ہجری قمری ❁ 15 صلح 1395 ہجری شمسی | شمارہ03

غیر زبان سیکھنے کا ارشاد

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہود کی خط وکتابت کی زبان سیکھو کیونکہ مجھے یہودیوں پر اعتبار نہیں۔ چنانچہ مَیں نے 15 دن کے اندر سریانی زبان سیکھ لی۔ اور جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خط لکھنا ہوتا تو مجھ سے لکھواتے اور جب ان کی طرف سے کوئی خط آتا تو مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناتا۔

(جامع ترمذی کتاب الاستئذان باب فی تعلیم السریانیہ حدیث نمبر 2639)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

جان لو کہ دعا وہ نیزہ ہے جو اس زمانے کی فتح کے لئے مجھے آسمان سے عطا کیا گیا ہے۔ اے دوستو! اس حربے کے بغیر تم ہرگز غالب نہیں ہو سکتے۔ اور تمام انبیاء نے اوّل تا آخر اسی حربے کی خبر دی ہے اور ان سب نے یہی کہا کہ مسیح موعود دعا اور اللہ کے حضور تضرّع کے ذریعہ فتح حاصل کرے گا نہ کہ جنگ وجدال اور اُمّت کا خون بہا کر۔ مَیں زمینی فوجوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ بزرگ وبرتر خدا کے فرشتوں کے ذریعہ غالب ہوں گا۔

’’یہ وقت دعا کا وقت ہے نہ کہ جنگ کرنے اور دشمنوں کو قتل کرنے کا وقت۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے، جان لو کہ معاملہ اس سے بڑھ چکا ہے کہ قوم جہاد کے لئے تیاری کرے اور اس کے لئے اہل استعداد کو بلائے اور شہری اور دیہاتی لوگوں کو غزوہ کے لئے حاضر کرے اور وہ فوج کی مدد حاصل کرنے اور لوگوں کو جمع کرنے اور شیروں کو میدان میں لانے کے لئے کامیاب ہو جائے۔ کیونکہ ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے اس ملک میں اور عرب، روم اور شام میں بھی وہ سب سے کمزور قوم ہیں۔ ان میں نہ جنگ کرنے کی طاقت باقی رہی اور نہ ہی وہ نیزہ زنی سے واقف ہیں اور نہ شمشیر زنی سے جبکہ کفار فنونِ حرب میں بہت طاق ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے ہر طرح کی تیاری کر رکھی ہے اور ہمیں نظر آ رہا ہے کہ دشمن ہر بلندی کو پھلانگتے چلے آ رہے ہیں اور جب کبھی دو لشکروں میں مُٹھ بھیڑ ہوتی ہے تو وہی غالب آتے ہیں۔ اس مشاہدہ سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ وقت دعا اور خدائے بزرگ وبرتر کے حضور عاجزی سے گڑگڑانے کا وقت ہے نہ کہ جنگوں اور دشمنوں کو قتل کرنے کا وقت۔ اور جو وقت کی نزاکت کو نہیں سمجھے گا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا اور ہر طرح کی نکبت اور ذلّت دیکھے گا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مسلمانوں کی جنگوں کے پرچم سرنگوں کر دیئے گئے ہیں۔

کہاں ہیں نیزہ اور شمشیر اور ہاتھوں کو چلانے والے۔ تلواریں میانوں میں رکھ دی گئیں اور نیزے توڑ دیئے گئے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا۔ پس تُو انہیں ہر میدان میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے دیکھتا ہے۔ جنگ نے ان کی زندگیاں چھین لی ہیں اور ان کے زرو جواہر اور جائیدادوں کو تباہ کر دیا ہے۔ ان جنگوں کے ذریعہ دین کا کوئی معاملہ اب تک سُلجھ نہ سکا بلکہ فتنے موج در موج اُٹھے اور بڑھتے چلے گئے اور فساد کی بادِ صرصر نے ملّت کو تباہ وبرباد کر دیا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ قصرِ اسلام کے کنگرے گر گئے اور اس کی عظمتیں پیوندِ خاک ہو گئیں۔ پھر تلوار اور نیزے لٹکانے کا کیا فائدہ ہوا اور اب تک کون سی تمنا بر آئی، سوائے اس کے کہ خون بہائے گئے اور اموال تباہ کر دیئے گئے، اوقات ضائع ہوئے اور حسرتیں بڑھ گئیں اور لشکر نے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا البتہ جب جنگ بھڑک اُٹھی تو تم روند دیئے گئے۔

پس تم جان لو کہ دعا وہ نیزہ ہے جو اس زمانے کی فتح کے لئے مجھے آسمان سے عطا کیا گیا ہے۔ اے دوستو! اس حربے کے بغیر تم ہرگز غالب نہیں ہو سکتے۔ اور تمام انبیاء نے اوّل تا آخر اسی حربے کی خبر دی ہے اور ان سب نے یہی کہا کہ مسیح موعود دعا اور اللہ کے حضور تضرع کے ذریعہ فتح حاصل کرے گا نہ کہ جنگ وجدال اور امت کا خون بہا کر۔ اور دعا کی حقیقت یہ ہے کہ تکلیف کو دور کرنے کے لئے پوری ہمت، صدق اور صبر کے ساتھ اللہ کی طرف جھکنا۔ اولیاء اللہ جب کسی ضرر رساں چیز کو دُور کرنے کے لئے تضرّع اور ابتہال کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو عادت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ وہ ان کی دعا کو ضرور سنتا ہے خواہ کچھ مدّت کے بعد یا فی الفور اور ان کے کامل اقبال علی اللہ کے بعد خدائے صمد کی عنایت ان پر نازل ہونے والی آزمائش اور تکلیف کو دُور کرنے کے لئے توجہ فرماتی ہے۔ آفات کے نزول کے وقت یقیناً قبولیت دعا سب سے بڑی کرامت ہے۔

پھر اسی طرح آخری زمانے، یعنی خدائے رحمان کے فرستادہ مسیح موعود کے زمانے کے لئے یہی مقدر کیا گیا ہے کہ رزمگاہ کی صف لپیٹ دی جائے گی اور کلام کے ذریعہ دلوں کو کھول دیا جائے گا اور ہدایت کے ذریعہ سینے کشادہ کر دیئے جائیں گے۔ یا طاعون یا کسی دوسری شدید آفت کے ذریعہ لوگوں کو قبروں کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ اور اللہ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا ہے کہ وہ ہزیمت کو کفر کا مقدّر بنا دے اُس دین کو جو آسمان میں سربلند ہے اُسے زمین میں بھی سرفرازی بخشے۔ بلا شبہ میرا یہ پاؤں منکرین کی قتل گاہوں پر ہے۔ مجھے میرے پروردگار کی جناب سے ضرور نصرت حاصل ہو گی اور امرِ الٰہی نافذ ہو گا اور پروردگار کی بات پوری ہو گی اور یہی میرے آسمان سے نازل ہونے کی حقیقت ہے۔ مَیں زمینی فوجوں کے ذریعہ سے نہیں بلکہ بزرگ وبرتر خدا کے فرشتوں کے ذریعہ غالب ہوں گا۔

کہا جاتا ہے کہ نہ ردّ ہونے والی تقدیر اور نہ ٹلنے والی قضاء وقدر کے بعد دعا کے کیا معنیٰ؟ سو یاد رہے کہ یہ راز ایک ایسی راہ ہے جس میں عقلیں بھٹک جاتیں اور غول بیابانی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس (راز) کو صرف توبہ کرنے والا ہی پاتا ہے۔ توبہ سے وہ پگھل جاتا ہے۔ اس لئے اے کمینو! تم جھگڑے کو طول مت دو اور جو میں کہتا ہوں اسے ذہن نشین کر لو، کیونکہ مَیں اہل علم اور نابغہ روزگار ہوں اور تمہاری اسلام سے وابستگی محض علامتی، نمائشی اور رسمی ہے اس لئے جو شخص میرے ان حقائق کو گوشِ ہوش سے سنے گا اور ایک ذوق وشوق رکھنے والے مضطر شخص کی طرح ہماری جانب بسرعت دوڑتا ہوا آئے گا تو میں اس کو ایسی امان دوں گا جو اُس کے تمام شکوک وشبہات دور کر دے گی اور اس کی زنبیل (خانۂ دل) کو بھر دے گی۔ اور وہ راز یہ ہے کہ اللہ نے قدیم سے بعض اشیاء کو بعض سے وابستہ کیا ہوا ہے اسی طرح اُس نے قضاء وقدر کو بھی ایک دردمند اور مضطر انسان کی دعا کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ پھر جو شخص ایستادہ ہو کر بہتے آنسوؤں اور چشم اشکبار اور ایسے دل کے ساتھ ربّ العزۃ کی طرف بھاگتا ہوا آتا ہے جو اس طرح بے چین ہو گویا اسے انگیٹھی پر رکھ دیا گیا ہو تو اللہ کی جناب سے بھی اس کے لئے قبولیت دعا کی موج حرکت میں آتی ہے اور وہ شخص جاں گسل کرب سے نجات دیا جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ مقام صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جو اللہ کی ذات میں فنا ہو، اپنے حبیب علّام خدا کی ذات کو مقدم کرے، بتوں سے مشابہ ہر چیز کو ترک کر دے اور قرآن کی آواز پر لبیک کہے اور اپنے سلطان کے آستانہ پر حاضر ہو جائے اور اپنے مولیٰ کی ایسی اطاعت کرے کہ بس اُسی میں محو ہو جائے اور ہر طرح کی نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو بچائے رکھے اور لوگوں کے اونگھنے کے زمانے میں خود کو بیدار رکھے اور وسوسہ ڈالنے والے کو دور رکھے اور اپنے رب اور اس کی قضاء وقدر سے راضی ہو جائے۔ اور دیارِ حبیب میں داخل کئے جانے کے بعد وہ اپنی عریانیوں اور گناہ کی ان تمام آلودگیوں کو جو ترغیبات نفس کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں انہیں پاک دل، مضبوط عزم اور صدق جلی کے ساتھ اس کے حضور پیش کر دے۔ یہی لوگ ہیں جن کی دعائیں اکارت نہیں جاتیں اور نہ ہی ان کی باتیں ردّ کی جاتی ہیں۔ اور جس نے اپنے پروردگار کی خاطر موت کو ترجیح دی تو اُس کو زندگی دی جائے گی اور جو اس کی خاطر گھاٹے پر راضی ہوا تو اس کی طرف برکات لوٹائی جائیں گی۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، عربی حصّہ کا اردو ترجمہ۔ صفحہ 1 تا 6)

خطبہ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 16 مارچ 2013ء بروز ہفتہ مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اِس وقت میں چھ نکاحوں کا اعلان کروں گا۔ جس میں سے چارتو مبلغین سلسلہ یا جامعہ احمدیہ میں پڑھنے والے وہ بچے ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ مربی اور مبلغ بن کر نکلیں گے اور دووہ ہیں جن کا تعلق خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پس ان دو کو بھی خاص طور پر یادرکھنا چاہئے کہ یہ خاندان کا تعلق اس وقت تک ہے جب تک کہ ان لوگوں میں نیکی اور تقویٰ قائم ہے، جب تک کہ اس کا حق ادا کرنے والے ہیں ورنہ صرف ایک خونی رشتہ ہونے سے تعلق قائم نہیں ہوجاتا۔

پس اس بات کو ہمیشہ یادرکھیں کہ یہ جو رشتے قائم ہونے والے ہیں ان میں بھی آپس میں وہ تعلق پیدا ہونا چاہئے جس کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کے لئے فرماتے رہے۔ اور اسی طرح جو مبلغین سلسلہ ہیں وہ بھی یادرکھیں کہ واقف زندگی ہیں اور انہوں نے دنیا میں تبلیغ اسلام اور تربیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ پس اس لحاظ سے ان کو کوشش بھی کرنی چاہئے اور وہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی جو ایک واقف زندگی کا ہونا چاہئے اور جس کی توقع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کی ہے۔ اللہ کرے کہ یہ قائم ہونے والے رشتے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے ہوں اور ان کی آئندہ آنے والی نسلیں بھی نیک اور صالح ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ پہلا نکاح عزیزہ بارعہ طاہر بنت مکرم پیر محی الدین طاہر صاحب کا ہے جو کہ عزیزم حسن احمد ابن مکرم شکیل احمد صاحب آسٹریلیا کے ساتھ پچیس ہزار آسٹریلین ڈالر پر طے پایا ہے۔ عزیزہ بارعہ طاہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نواسے کی بیٹی ہے اور پوتی کی بیٹی ہے۔ اور پیر محی الدین طاہر پیر اکبر علی صاحب کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خلافت ثانیہ میں شاید بیعت کی تھی۔ یہ ملتان کا مشہور خاندان ہے۔

اسی طرح عزیزم حسن احمد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پوتی کا بیٹا ہے اور والد کی طرف سے ڈپٹی محمد شریف صاحب جماعت کے ایک بزرگ تھے، صحابی تھے، ان کی نسل میں سے ہے۔ لڑکی اور لڑکے دونوں کے وکیل یہاں ہیں۔ مکرم سید محمد احمد صاحب اور مکرم مرزا عمرو احمد صاحب۔

حضور انور نے فرمایا:۔ دوسرا نکاح عزیزہ ثنیہ مبارکہ بنت مکرم پیر محی الدین طاہر احمد صاحب کا ہے جو عزیزم سید مبارک حسن احمد ابن مکرم سید محمود احمد صاحب کے ساتھ طے پایا ہے۔ عزیزہ ثنیہ مبارکہ احمد پیر محی الدین طاہر صاحب کی بیٹی ہے۔ ان کے دادا تو وہی پیر اکبر علی صاحب تھے جیسا کہ مَیں پہلے کہہ چکا ہوں اور ان کی دادی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بیٹی تھیں۔ اس لحاظ سے ان کی دادی حضرت اماں جان اُمّ المومنینؓ کی بھتیجی ہیں اور عزیزم سید مبارک حسن احمد بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پوتی کا بیٹا اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی نواسی کا بیٹا ہے۔ یہ نکاح پچیس ہزار یو ایس ڈالر حق مہر پر طے پایا ہے۔ دونوں کے وکیل مکرم قمر احمد حماد خان صاحب اور سید محمد احمد صاحب یہاں ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اگلا نکاح عزیزہ امۃ المتین خالد بنت مکرم تصور احمد خالد صاحب کا ہے جو عزیزم محمد احمد خورشید متعلم جامعہ احمدیہ یوکے جو منور احمد خورشید صاحب کے بیٹے ہیں ان کے ساتھ تین ہزار چھ سو پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کرواتے ہوئے حضور انور نے لڑکی کے والد سے دریافت فرمایا:۔ آپ شاد صاحب کے بیٹے ہیں؟

ان کے اثبات میں جواب عرض کرنے پر حضور انور نے فرمایا:۔ یہ خاندان بھی بڑا خدمت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ نسلوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ اگلا نکاح عزیزہ ھبۃ الوحید بنت مکرم عبدالمجید عامر صاحب کا ہے جو ہمارے عربی ڈیسک میں ہیں، جو اسلام آباد میں ہے۔ اللہ کے فضل سے بڑی محنت سے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے عربی میں تراجم کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعرفان میں ترقی عطا فرمائے۔ اور اتفاق سے جس سے ان کی بیٹی کا نکاح ہورہا ہے اس کا نام بھی عرفان ہے۔ عزیزم عرفان احمد ٹھاکر جو جامعہ احمدیہ کے طالب علم ہیں مکرم اسرار الحق صاحب کے بیٹے ہیں اور یہ نکاح چار ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ اگلا نکاح عزیزہ ماہا ارشد احمد بنت مکرم ارشد محمد احمد صاحب یمن کا ہے جو عزیزم طلحہ احمد چوہدری جو اس سال جامعہ احمدیہ کے دوسرے بیچ میں فارغ ہوئے اور مکرم مبشر احمد چوہدری صاحب ہالینڈ کے بیٹے ہیں، کے ساتھ پانچ ہزار یورو حق مہر پر طے پایا ہے۔ مکرم محمد احمد صاحب لڑکی کے وکیل ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اگلا نکاح عزیزہ فارعہ خالد بنت مکرم ظہیر احمد خالد صاحب جرمنی کا ہے جو عزیزم محمد جری اللہ خان جو جامعہ احمدیہ یوکے کے طالب علم ہیں، ان کے ساتھ پانچ ہزار یورو حق مہر پر طے پایا ہے۔

تمام نکاحوں کے اعلان اور فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کروانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارک باد دی۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔
مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

قرغیزستان کے پہلے شہید احمدیت

یونس عبدل جلیلوف (Yunusjan Abdujalilov) صاحب

اے شہیدِ روس اے یونس تجھے میرا سلام
آسماں پر پا گیا ہے تُو بہت اونچا مقام
خون تیرا جو بہا ہے رائیگاں نہ جائے گا
زندۂ جاوید ہے تاریخ میں اب تیرا نام

(مبارک احمد ظفرؔ۔ لندن)

بقیہ: عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت......از صفحہ 4

میں ماضی بعید کے ابتدائی دور میں انسان اپنی کمتر عقلی استعداد کے باعث بہت سے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف مائل ہوا اور ان شروعات سے بالآخر ایک معبود کے تصور نے جنم لیا جسے خدا، اللہ یا پرماتما وغیرہ مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا۔ اگر اس نظریہ کو تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تاریخ کے ہر دور میں انسان کی بدلتی ہوئی استعدادوں کے مطابق ہی مذہب اپنے ارتقا کی منازل طے کرتا چلا آیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ خیال مذاہب عالم کے اس نقطۂ نظر سے بنیادی طور پر متصادم ہے جس کے مطابق مذہب کا منبع و ماخذ الہام الٰہی ہے۔ اس عقیدہ کی رو سے یہ ازلی ابدی اور حکیم خدا ہی ہے جس نے انسان کو مذہب یعنی آسمانی ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اہل مذہب کے نزدیک انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں شرک کی موجودگی مذہبی انحطاط ہی کی مرہون منت ہوا کرتی ہے۔ انبیاء کے ذریعہ قیام توحید کے بعد یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بعد میں آنے والے زمانہ میں انحطاط کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ اس امر پر مزید بحث آگے آئے گی۔

قریباً تمام بڑے مذاہب ایک ایسی وراء الوریٰ ہستی پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں جو انسان سے ہمکلام ہوتی اور اپنے نمائندے خود منتخب کرتی ہے۔ اور اس کی بھیجی ہوئی ہدایت ہی حقیقی علم کے حصول کا واحد اور قابل اعتماد ذریعہ ٹھہرتی ہے۔ وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ محض انسانی تجربہ اور عقلی استنباط سے حاصل کردہ علم کو پورے وثوق سے کامل سچائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تفصیل اس اجمال کی آئندہ ابواب میں آئے گی۔

(باقی آئندہ)

ایٹمی تابکاری کے بداثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ہومیو پیتھک نسخہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت ایٹمی تابکاری کے بداثرات سے محفوظ رہنے کے لئے حفظِ ماتقدم کے طور پر درج ذیل نسخہ استعمال کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ نیز فرمایا کہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر خاص و عام کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔

ھو الشافی

بڑی عمر کے افراد کے لئے:

1. Carcinosin CM
2. Radium Brom CM

10 سال سے 15 سال کے بچوں کے لئے:

1. Carcinosin 1000
2. Radium Brom 1000

10 سال سے کم عمر کے بچوں کے لئے:

1. Carcinosin 200
2. Radium Brom 200

پہلے ہفتہ دوائی نمبر 1 کی ایک خوراک لیں اور دوسرے ہفتہ دوائی نمبر 2 کی ایک خوراک لیں۔ پھر تیسرے ہفتہ دوائی نمبر 1 کی ایک خوراک اور چوتھے ہفتہ دوائی نمبر 2 کی ایک خوراک لیں اور اسی ترتیب سے بچے اور بڑے سب دونوں دواؤں کی 3 سے 4 خوراکیں لیں۔

(حفیظ احمد بھٹی۔ لندن۔ ہومیو پیتھک ڈیپارٹمنٹ یوکے)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 383

مکرم غانم الأثوری صاحب (1)

مکرم غانم الأثوری صاحب لکھتے ہیں:

میرا تعلق یمن سے ہے، عمر 52 سال ہے، تعلیم مڈل ہے اور پلمبنگ کا کام کرتا ہوں۔ بیس سال کی عمر میں شادی ہوئی لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔ مجھے بفضلہ تعالیٰ 29 فروری 2008ء کو بیعت کی توفیق ملی۔

مَیں لڑکپن کے زمانے سے ہی دیومالائی داستانوں پر مبنی عقائد کے خلاف تھا۔ مجھے شدت پسندی سے نفرت تھی اسی وجہ سے میں سلفیوں اور اخوان المسلمین کے خیالات سے سخت متنفر تھا۔ میں 1982ء سے 1985ء تک اخوان المسلمین کے تابع ایک درسگاہ میں پڑھتا رہا ہوں لیکن ان کی شدت پسندی کی وجہ سے میں نے وہاں پڑھنا چھوڑ دیا حالانکہ وہ ہر طالبعلم کو ماہوار 75 ریال دیتے تھے جو اس زمانے کے لحاظ سے ایک معقول رقم تھی۔ پھر میں گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہوگیا لیکن وہاں بھی میرا دل نہ لگا اور پڑھائی کو خیرباد کہہ دیا۔

شیعہ سے تعارف اور بحث

جوانی کو پہنچنے کے باوجود مجھے کوئی ڈھنگ کا کام نہ آتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی مجھے تنہا نہ چھوڑا تھا۔ میرے پاس ایک گاڑی تھی جسے استعمال میں لا کر کچھ روزی کما لیتا تھا۔ لیکن ضرورت کے ماتحت میں نے 2001ء میں یہ گاڑی بیچ ڈالی۔ شاید اس مجبوری کی وجہ سے میں پلمبنگ کا کام سیکھنے لگ گیا اور اس میں مہارت حاصل کرلی۔ یوں میرا تعارف پلمبنگ کا سامان بیچنے والے دکانداروں سے ہوا جو اسماعیلی شیعہ تھے۔ ان سے میری دوستی ہوگئی جو چار پانچ سال تک قائم رہی۔ ان سے اکثر ایسے مذہبی موضوعات پر میری گفتگو ہوجاتی تھی جو شیعہ سنّی اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں جیسے غصبِ خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزعومہ وصیت، باغ فدک کا قضیہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، جنگ جمل وصفین اور واقعۂ کربلا وغیرہ۔

اس گفتگو کے دوران جب بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر آتا تو وہ سب ان پر لعنتیں بھیجنے لگ جاتے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی لعنتوں اور بدزبانیوں سے محفوظ نہ رہتی تھیں۔

تلاش حق اور شیعہ کے بارہ میں تحقیق

مذکورہ بالا صورتحال کو دیکھ کر اسی عرصے میں میرے دل میں حق کی تلاش کی جستجو پیدا ہوئی۔ جب مَیں دیکھتا کہ تمام اُمّت پستی اور تفرقہ کا شکار اور ایک دوسرے کی گردن زنی میں مصروف ہے، تو میرا دل کہتا کہ مسلمانوں میں کوئی نہ کوئی سچا فرقہ ضرور ہوگا، لیکن یہ فرقہ کون سا ہے اور کہاں ہے؟

میں نے سوچا کہ پہلے شیعہ حضرات کے عقائد کے بارہ میں ہی تحقیق کرلینی چاہئے لہٰذا میں نے اپنے شیعہ دوستوں سے ان کی بعض مذہبی کتب مانگیں تو انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ یہ علمی خزانے تو ہمیں بھی میسر نہیں۔ ان کتب کو دیکھنے اور پڑھنے والے لوگوں کی تعداد بہت محدود ہے، یہ علم شہد کی مانند ہے جو کھلا رکھا جائے تو اس میں مکھیاں اور کیڑے آ پڑیں گے۔ اپنی اسماعیلی مسلک کی کتب کی بجائے انہوں نے مجھے شیعہ اثناعشریہ کی بعض کتابیں دیں حالانکہ وہ اثناعشریہ شیعوں کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

بہرحال میں نے ان کی دی ہوئی کتب کا بہت ہی شوق اور بے صبری سے مطالعہ کیا۔ ان میں شیعہ مسلک اختیار کرنے والے ایک مراکشی شخص کی کتاب بھی تھی جس کا عنوان تھا: ''لقد شيّعني الحسين'' یعنی مجھے حضرت حسینؓ نے شیعہ بنادیا۔ یہ کتاب بدزبانی اور ہرزہ سرائی سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی عزتوں پر اشارۃً یا کنایۃً گندے حملے کئے گئے تھے۔ جب میں اس کتاب کے مطالعہ کے دوران اس مقام پر پہنچا تو اس سے آگے مطالعہ کرنے کی سکت نہ رہی۔ ایک ہفتہ گزر گیا اور میں نے کتاب کو ہاتھ تک نہ لگایا لیکن ایک ہفتے کے بعد نہ جانے کیوں میں نے کتاب کو دوبارہ اٹھالیا اور اس کو آخر تک پڑھ لیا۔

میں صحابہ کے بارہ میں خلافت غصب کرنے کے الزام اور ان کی تکفیر کا قائل تو نہیں تھا لیکن مذکورہ بالا کتاب کو پڑھ کر شیعہ سے متاثر ضرور ہوگیا تھا، بلکہ میں نے سنجیدگی کے ساتھ یمن میں ان کے مشہور گاؤں ''الحطیب'' جانے کا بھی ارادہ کیا لیکن وقت نہ ملا۔ میں نے کہا کہ بہتر ہے میں پہلے استخارہ کرلوں، جس کے بعد مجھے اس فرقہ میں کسی قدر پُراسراریت سی نظر آنے لگی۔ لیکن جس امر کی وجہ سے یہ فرقہ میری توجہ کا مرکز بنا وہ یہ تھی کہ دیگر فرقوں کے برعکس اس کا ایک امام تھا جو ہندوستان میں رہتا تھا اور کبھی کبھار یمن بھی آتا تھا، نیز اس فرقہ کے لوگوں کو اپنے ایمان کی وجہ سے بعض جگہ مخالفت اور استہزاء کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ علاوہ ازیں ان کے بارہ میں بعض ایسی باتیں مشہور تھیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ایم ٹی اے سے تعارف

ان دنوں مَیں بکثرت شیعہ کتب کا مطالعہ کرتا اور شیعہ ٹی وی چینلز باقاعدگی سے دیکھتا، اور اپنے چچیرے بھائیوں سے شیعہ کے حق پر ہونے کے بارہ میں بحث بھی کرتا تھا۔ ایک دن ایسی ہی ایک مجلس میں میرے بھانجے نے کہا کہ آج کل ایک نیا چینل کھلا ہے جس میں امام مہدی اور مسیح موعود کی آمد کے بارہ میں گفتگو کی جاتی ہے۔ میرے استفسار پر اس نے ریموٹ پکڑا اور ایم ٹی اے لگا دیا۔ اس وقت اس پر الحوار المباشر پروگرام میں عیسائیوں کے ساتھ بحث ہورہی تھی۔ مجھے اس گفتگو کی کوئی خاص سمجھ نہ آئی، لیکن دل میں ایک عجیب اثر ہوا جو مجھے اس چینل کی طرف کھینچنے لگا۔ رات کو میں نے گھر جا کر یہ چینل دوبارہ لگایا اور کچھ دیر دیکھتا رہا۔ میں اس چینل کے بارہ میں کوئی رائے قائم نہ کرسکا کیونکہ اس کے شرکاء کی گفتگو کا طریق اور ادب واحترام کا انداز سب سے جدا تھا۔ میں نے کہا یہ لوگ نہ تو شیعہ ہیں، نہ ہی عیسائی ہیں، تو پھر یہ کون ہیں؟ یقیناً یہ مسلمان ہیں، لیکن کونسے مسلمان؟ الغرض ایک ہفتہ بعد کچھ صورت حال واضح ہونے لگی اور پتا چلا کہ یہ جماعت احمدیہ ہے، مجھے اس جماعت کے بارہ میں پہلے کچھ معلوم نہ تھا۔ اس جماعت کے مذکورہ بالا چینل نے مجھے اپنا گرویدہ کرلیا تھا۔ میں کام سے جلدی جلدی واپس آتا تاکہ لقاء مع العرب پروگرام مِس نہ ہوجائے۔ اس وقت میں اپنے کزن کے گھر میں رہتا تھا اور اکثر بیٹھک میں بیٹھ کر یہ پروگرام دیکھتا تھا جہاں عموماً اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ مَیں لقاء مع العرب دیکھتا اور میری آنکھیں آنسو بہارہی ہوتیں۔ پروگرام دیکھتے دیکھتے میں بے اختیار کہہ اٹھتا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ پھر میں نے اپنا ریسیور خرید لیا اور اپنے کمرہ میں آزادی کے ساتھ یہ چینل دیکھنے لگا۔ مجھے لقاء مع العرب کے علاوہ کلام الإمام، قصائد حضرت امام مہدی علیہ السلام، حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ کے خطبات اور الحوار المباشر وغیرہ بہت پسند آئے۔

زندگی تیرے دم سے بدلنے لگی

جب میں نے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا تو مذکورہ بالا پروگرامز کے علاوہ آیتِ استخلاف اور اس کی تفسیر نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اور میری زندگی آہستہ آہستہ بدلنے لگ گئی اور پرانی تمام بدعادات سے رہائی نصیب ہوتی گئی۔ ان بدعادات میں سے ایک یہ تھی کہ نوجوانی سے ہی مجھے ترقی پسند سیاسی پارٹیوں سے خاص لگاؤ تھا۔ شاید اسی بناء پر مجھے یمن کی اشتراکی پارٹی سے خاص لگاؤ تھا۔ اس جماعت پر یمن کے شمال میں تو پابندی عائد تھی جبکہ جنوب یمن میں اتحاد سے قبل اس کی حکومت رہی تھی۔ گو میں اس پارٹی کا ممبر نہ تھا لیکن ان کے لٹریچر اور رسائل واخبارات کے مطالعہ کا مجھے جنون کی حد تک شوق تھا۔ لیکن جماعت سے تعارف ہوا تو ٹی وی پر خبریں سننے اور ان رسالوں کے مطالعہ سے بھی دستکش ہوگیا جن کا میں رسیا تھا نیز سیاست میں دلچسپی بھی جاتی رہی۔ ایک ہی دُھن تھی کہ جماعت کے بارہ میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں۔

بظاہر معمولی باتوں میں بڑے نشان

میں قبل ازیں نمازوں وغیرہ میں بہت سست تھا لیکن جماعت سے تعارف کے بعد اب پہلا رمضان آیا تو میں نے نماز اور قرآن کریم پڑھنا شروع کردیا۔ ایک دن رمضان میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ یہ آیت میری توجہ کا مرکز بنی: يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (الاعراف:36) ترجمہ: اے ابنائے آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

میں نے سوچتے سوچتے قرآن بند کردیا لیکن دوبارہ اس آیت کو پڑھنے کی خواہش پیدا ہوئی تو یہ دعا کی کہ یا اللہ! اگر مرزا صاحب تیری طرف سے ہیں تو مجھے یہی آیت دوبارہ دکھا۔ چنانچہ اس دعا کے بعد جب میں نے قرآن شریف کھولا تو وہی صفحہ کھلا اور اسی آیت پر نظر پڑی۔ اس کے بعد میں نے نہا دھو کر دو نفل ادا کیے اور یہ دعا کی کہ: یارب! مجھے حق کی راہ دکھا۔ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو ماننے کی توفیق عطا فرما، اور اگر (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں تو مجھے ان سے اور ان کی جماعت سے دُور کردے۔

اسی عرصہ میں نائیل سات پر ایم ٹی اے بند ہوگیا تو زندگی میں بڑا خلا سا محسوس ہونے لگا۔ اس وقت میرے مالی حالات بھی اس حد تک دگرگوں تھے کہ میں اپنی روٹی بھی پوری نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن چند روز میں ہی مجھے کام مل گیا اور میں نے بڑی ڈش خرید لی جس سے مقصد ایم ٹی اے کی یورپی نشریات کا حصول تھا۔ میں خود ہی بغیر کسی راہنمائی یا تجربہ کے ڈش گھمارہا تھا اور دعا کررہا تھا کہ اگر مجھے اس طرح ایم ٹی اے مل گیا تو میں 20 رکعت نفل پڑھوں گا۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں ہاٹ برڈ پر مجھے ایم ٹی اے العربیہ مل گیا اور شکرانے کے طور پر میں نے نفل ادا کیے۔

سبیل المجرمین

میرے شیعہ دوست نے جب احمدیت میں میری دلچسپی دیکھی تو عبدالہادی الفضیلی کی کتاب مجھے دی۔ اس کو پڑھ کر میں بہت خوش ہوا، کیونکہ اس میں امام مہدی کے بارہ میں جو پیشگوئیاں تھیں وہ سب حضرت مرزا صاحبؑ پر پوری ہوتی تھیں۔ جیسے یہ کہ امام مہدیؑ رسول اللہ کی طرح جاہلیت کو مٹا دیں گے اور اسلام کی تجدید کریں گے۔ اسی طرح امام باقرؒ کی ایک حدیث میں امام مہدی کو چار انبیاء موسیٰؑ، عیسیٰؑ، یوسفؑ اور محمدؐ سے تشبیہ دی گئی تھی۔

جنوری 2008ء کی رات کو عشاء کی نماز ادا کی اور دردِ دل سے اللہ کے حضور دعا کی کہ مجھے اُس جماعت کو پہچاننے کی توفیق دے جو اس ضلالت زدہ دور میں بھی حق پر قائم ہے۔ پھر میں نے قرآن کریم کھول لیا تو میرے سامنے درج ذیل آیات تھیں: وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ * ..... * وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ * قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ۔ (الانعام:54 تا 57) اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائش میں ڈالتے ہیں یہاں تک کہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہمارے درمیان (بس) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو سب سے زیادہ نہیں جانتا...... اور اسی طرح ہم آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور (یہ) اس لئے ہے کہ مجرموں کی راہ خوب کھل کر ظاہر ہوجائے۔ تُو کہہ دے کہ یقیناً مجھے منع کردیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ تُو کہہ دے مَیں تو تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا (ورنہ) میں اُسی وقت گمراہ ہوجاؤں گا اور مَیں ہدایت پانے والوں میں سے نہ بن سکوں گا۔

ان آیات پر غور کے بعد میں وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ کے الفاظ سے یہی سمجھا کہ جو لوگ صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں یہ مجرم لوگ ہیں اور ان کا راستہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے۔

الٰہی جماعت تک پہنچنے کا یقین

اس کے ساتھ ہی احمدیت کے بارہ میں مجھے انشراح صدر ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی دل پر ایک سکون اور اطمینان نازل ہوگیا۔ میں بہت رویا اور پھر اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرکے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مَیں اس جماعت میں داخل ہوجاؤں۔

(باقی آئندہ)

عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت کے بارہ میں مختلف مکاتبِ فکر

(ازکتاب ' الہام، عقل، علم اور سچّائی'
مصنّفہ: حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

تعارف: تاریخی تناظر میں

دینی اور لا دینی (سیکولر) نظریات کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں سے بڑے بڑے فلاسفر، دانشور اور مذہبی رہنما عقل، منطق اور الہام کی تقابلی حیثیت کے بارہ میں مختلف خیالات کے حامل رہے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں مختلف مکاتبِ فکر میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جو عقل کو اس حد تک اہمیت دیتا ہے کہ اس کے نزدیک صداقت تک پہنچنے کا یہی ایک واحد اور مستند طریق ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک صرف وہی نتیجہ تسلیم کئے جانے کے قابل ہے جو عقل کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔ لہٰذا ان کے مطابق صداقت کی جو بھی تعریف کی جائے، اس تک رسائی صرف عقل اور استدلال کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

لیکن کچھ مفکّرین وہ ہیں جو آسمانی ہدایت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک آسمانی ہدایت انسانی فکر کی صحیح رہنمائی کے سلسلہ میں بنیادی اور معیّن کردار ادا کرتی ہے اور بہت سے الجھے ہوئے اور حل طلب سوالات کے جواب فراہم کرتی ہے۔

کچھ اور لوگ بھی ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حقیقت کو باطنی تجربات کے ذریعہ صرف اپنی ذات میں ڈوب کر ہی تلاش کیا جاسکتا ہے جسے وِجدان کہا جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خود اپنے نفس کے گہرے مطالعہ کے ذریعہ حقیقت کو پایا جاسکتا ہے۔ گویا اس کی چھاپ ہر انسانی روح پر نقش ہے۔ یہ لوگ اپنے نفس کی گہرائی میں غوطہ زن ہوکر خود اپنی ذات کے مطالعہ سے قوانینِ قدرت کے بنیادی حقائق تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں۔

حقیقت تک پہنچنے کا ایک اور طریق تصوّف ہے جسے مذہبی اور غیر مذہبی دونوں مکتبہ ہائے فکر نے اپنایا ہے۔ زندگی کے اسرار و رموز کو صوفیانہ رنگ میں دیکھنے کا رجحان مذہب کے ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں گروہوں میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ تمام مکاتبِ فکر میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا اندازِ فکر فلسفیانہ بھی ہوسکتا ہے اور مذہبی بھی۔ لیکن اِخفاء اور اسراریت ان سب میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔

پھر وہ نام نہاد فلسفی ہیں جنہوں نے ایسی پیچیدہ اور اَدَق اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں جو عام آدمی کے فہم سے بالاتر ہوتی ہیں۔ اور اس طرح ان لوگوں نے اپنے نظریات کو پُر اسرار لفّاظی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ تاہم فیثا غورث اور ابن رشد کی طرح کے ایسے مفکّرین بھی ہیں جو فی الحقیقت سائنسی ذہن کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ صوفیانہ رنگ بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حقائق الاشیاء کی تلاش میں بہت گہرائی تک جاتے ہیں اور محض اشیاء کے ظواہر پر ہی اکتفا نہیں کرتے۔ ان کا بالاستیعاب مطالعہ ہمیشہ نتیجہ خیز اور مفید مطلب ہوتا ہے۔

مذہبی دنیا میں بھی کئی طرح کے درویش صفت اور صوفی منش بزرگ پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو مذہب کی طرف سے عائد کردہ عبادات کو ان کی ظاہری شکل میں بجالانے کے ساتھ ساتھ گہرے مطالب کی تلاش میں بھی کوشاں رہتے ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو اندرونی سچائی پر اتنا زور دیتے ہیں کہ بسا اوقات عبادات سے بھی بکلی انکار کردیتے ہیں۔

لیکن وہ مذاہب جن کی بنیاد الہام پر ہے ان کے پیروکار بھی ہمیشہ اپنے مباحث میں الہامی صداقتوں تک ہی محدود نہیں رہا کرتے۔ انجام کار ہر مذہب کے بعد کے دور میں ایسے مباحث بھی زیر بحث آنے لگتے ہیں جن کو یکسر مذہبی قرار دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہی صدیوں پرانے سوالات نئے سیاق و سباق میں ازسرِنو زندہ ہوجاتے ہیں۔ مثلاً عقل کیا ہے؟ انسانی معاملات میں اس کا کیا کردار ہے؟ الہام کا عقل اور منطق سے کیا رشتہ ہے؟

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بلا استثناء ہر مذہب کے دَورِ انحطاط میں مختلف نظریات کا باہمی تعامل لازماً اس انتشار پر منتج ہوتا ہے جو مذہب کے ظہور سے پہلے موجود تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی دست برد کے نتیجہ میں مذہب بالآخر مختلف فرقوں میں تقسیم ہوتا رہا ہے اور اس طرح ایک حد تک قدیم اساطیری تصوّرات اور فلسفوں کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مذہبی شکست و ریخت سے پیدا ہونے والے مختلف مکاتبِ فکر شاذ ہی اتحاد اور یکجہتی کا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ اور یوں لگتا ہے کہ انحطاط کے اس عمل کا رخ موڑا نہیں جاسکتا۔

جن مذاہب کا آغاز خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان کامل سے ہوتا ہے وہ بعد میں رفتہ رفتہ مشرکانہ گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ مذہبی نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے دنیا میں ازسرِنو قیام کے لئے انسان کبھی کبھار اپنی سی کوشش بھی کر دیکھتا ہے لیکن افسوس کہ ایسی کوششیں پوری طرح بارآور نہیں ہوتیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور رہنمائی کے بغیر اس انحطاط کا رخ کبھی بھی موڑا نہیں جاسکا۔

گزشتہ فلسفیوں اور صوفیا کے مختلف نظریات پر یہاں مفصّل بحث تو نہیں کی جاسکتی تاہم ماضی کے کچھ ممتاز دانشوروں نے الہام، عقل اور ان کے باہمی تعلق کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مختصر ذکر ضرور کریں گے۔

ابدی صداقت کیا ہے، علم کسے کہتے ہیں اور اگر ان کے درمیان کوئی تعلق ہے تو وہ کیا ہے؟ کیا الہام ایسا علم عطا کرتا ہے جو بالآخر ابدی سچائی تک لے جاتا ہو یا ہر دو یعنی علم اور ابدی سچائی کے حصول کے لئے مجرد عقل ہی کافی ہے؟ زمانۂ قدیم سے ہی کیا فلاسفر اور کیا مذہبی رہنما اور کیا سیکولر مفکّرین ان سوالوں اور ان جیسے دیگر سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم بنظرِ غائر اِن موضوعات کا مطالعہ کریں مناسب ہوگا کہ پہلے ابدی سچائی کے بارہ میں مختلف مفکّرین کے نظریات کی مزید وضاحت کردی جائے۔

خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے تمام لوگ جو ابدی صداقت کے علمبردار ہیں اس کو ماضی، حال اور مستقبل کے حوالہ سے ایک غیر مبدّل حقیقت تسلیم کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ابدی صداقت سے ان کی مراد بنیادی طور پر خدا تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں لیکن جب سیکولر (خدا کو نہ ماننے والے) فلسفی اِس پر بحث کرتے ہیں تو وہ اکثر خدا تعالیٰ کے حوالہ سے بات نہیں کیا کرتے۔ ان کی بحث بالعموم بعض اقدار مثلاً سچائی، دیانت، امانت، خلوص اور وفا وغیرہ کے حوالہ سے ہی ہوا کرتی ہے۔ فلسفیوں کے نزدیک سب سے بنیادی سوال یہ ہے کہ ہر آن تغیر پذیر کائنات میں کیا کسی غیر مبدّل حقیقت کا وجود ہے بھی یا نہیں۔ اسی طرح اگر ایک مسلّمہ سچائی کی حیثیت کو بھی چیلنج کیا جائے جیسا کہ اکثر اوقات ہوتا ہے تو انسان سوچنے لگتا ہے کہ مختلف حالات میں سچائی کا مفہوم کہیں مختلف تو نہیں ہو جاتا۔

اسی سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے جو سچائی کے اس تصور سے تعلق رکھتا ہے جو عالم شہود کے پس پردہ عالم غیب کے بارہ میں قائم کیا جائے۔ مثال کے طور پر اگر ہم سورج کی روشنی کو فی ذاتہٖ ایک مستقل حقیقت سمجھیں تو عین ممکن ہے کہ ہم غلطی پر ہوں۔ روشنی سے زیادہ اہم، روشنی پیدا کرنے والا ریڈی ایشن (Radiation) کا وہ عمل ہے جس کے بہت سے مظاہر میں سے روشنی تو صرف ایک ہے۔ دراصل بنیادی حقیقت تو ریڈی ایشن ہے جو طیف یعنی spectrum میں ارتعاش پیدا کرنے یا نہ کرنے کے سبب کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ رہتی ہے۔ دراصل لہروں کا یہی ارتعاش ہے جو ہمیں روشنی کی شکل میں نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے سورج کی تابانی کو اپنی ذات میں ایک مستقل حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اگر سورج کی تابانی کے اصول کو بخوبی سمجھ لیا جائے تو جہاں کہیں بھی ایسا عمل ہوگا وہ ایک ہی نتیجہ پیدا کرے گا اور اس لحاظ سے اس کو ایک ایسی دائمی حقیقت کا نام دیا جاسکے گا جو تابکاری اور روشنی کے قوانین میں کارفرما ہے۔ اس مثال سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ 'ابدیّت' کی اصطلاح ہر جگہ کسی نہ ٹوٹنے والے اور ہمیشہ جاری رہنے والے تسلسل کو ظاہر نہیں کرتی۔ ابدیّت سے مراد وہ سبب ہے جس کی موجودگی ہمیشہ ایک جیسے نتائج پیدا کیا کرتی ہے۔ ابدی صداقت کی اس سادہ تفہیم کے بعد جو خارجی حقائق سے متعلق ہے کششِ ثقل کو بجا طور پر ایک دائمی حقیقت قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کششِ ثقل کے عمل میں خفیف سا ردّ و بدل بھی اس کی غیر مبدّل اور بنیادی حیثیت کو جھٹلا نہیں سکتا۔

اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ ہر ابدی صداقت سے علم حاصل ہوتا ہے لیکن ہر علم کو ابدی صداقت نہیں کہہ سکتے۔ علم کسی شے کا وہ ادراک ہے جو ہمارے دماغ میں مستند معلومات کے ایک جزو کے طور پر محفوظ ہوجاتا ہے۔ انسانی علم کا تمام تر ذخیرہ ایسی جزئیات سے مل کر ہی تشکیل پاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یقینی علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے اور اس کے صحیح یا غلط ہونے کو کیسے پرکھا جا سکتا ہے؟ مزید برآں ان علوم کو مختلف شاخوں مثلاً وقتی، نسبتی، ٹھوس اور ابدی صداقتوں میں کیسے تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ یہ انسان کی قوتِ استدلال اور قوتِ فکر ہی ہے جو دماغ تک پہنچنے والے پیغامات پر مختلف ممکنہ پہلوؤں سے بار بار غور کرنے کے بعد مختلف نتائج اخذ کرتی ہے۔ یہی وہ ذہنی عمل ہے جو صحیح کو غلط سے اور واضح کو مبہم سے جدا کرتا ہے اور عقل کہلاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم کے اجزائے ترکیبی کی دریافت کا یہ طریق کار کس حد تک قابل اعتماد ہے؟ جب ہم عقل انسانی کی تفہیم کی اس منزل پر پہنچتے ہیں تو بہت سے پیچیدہ سوال سر اٹھانے لگتے ہیں۔ مثلاً ہم جانتے ہیں کہ انسانی ذہن کے اخذ کردہ نتائج میں ردّ و بدل کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ جس بات کو ایک عہد میں معقول خیال کیا جائے ضروری نہیں کہ کسی اور عہد میں بھی اسے بعینہٖ قابلِ قبول سمجھا جائے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عمل ارتقا کے نتیجہ میں جب سے انسان اپنے حیوانی دور سے نکل کر انسانی دور میں داخل ہوا ہے اس کی قوتِ استدلال بتدریج بالغ نظری کے مقام پر جا پہنچی ہے۔ بعد ازاں ایک طرف تو بنی نوع انسان کے علم و صداقت کے اجتماعی تجربہ میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی کاوشوں اور عقلی نتائج کے معیار میں بھی بہتری پیدا ہوتی چلی گئی۔

جس طرح جسمانی ورزش عضلات کو طاقت بخشتی ہے اسی طرح دماغی ورزش کے نتیجہ میں ذہنی، فکری اور یادداشت کی صلاحیتیں بھی نشوونما پاتی ہیں۔ غالباً اس مشق ہی کا نتیجہ ہے کہ ارتقائی عمل کے دوران جانوروں کے دماغ کی جسامت بڑھتی چلی گئی۔

ہماری ذہنی استعدادوں کی نشوونما کا یہ احساس جہاں ایک لحاظ سے خوش آئند ہے وہاں ایک لحاظ سے پریشان کُن بھی ہے۔ کیونکہ اس طرح تو انسان کی عہد بعہد ترقی کے دوران اس کی ذہنی اور فکری کاوشیں اور ان سے اخذ کردہ نتائج ہی مشکوک ہوکر رہ جاتے ہیں۔

کیا یہ قرینِ قیاس نہیں کہ انسانی دماغ نے ارتقا کی جو مختلف منازل طے کی ہیں ان کے دوران ایک ہی قسم کے حقائق سے مختلف نتائج اخذ کئے ہوں؟ اگر معروضی حقائق مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے مختلف دکھائی دیں اور اگر غیر متعصّب ذہن بھی مختلف ادوار میں ان سے مختلف نتائج اخذ کرے تو کیا ایسے نتائج کو مسلّمہ حقائق قرار دینا درست ہوگا؟ لہٰذا محض منطق کے عمل استخراج اور استدلال سے حاصل کردہ علم کو مطلق سچائی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

اب ہم ان مسائل پر گفتگو کریں گے جن کا تعلق ان ذرائع سے ہے جو علم کی جانب ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور اس طریق کار سے متعلق ہیں جس سے کسی بھی علم کی صداقت کو پرکھا جاسکے۔ اگر لحظہ بہ لحظہ بدلتے ہوئے تمام ممکنہ زاویہ ہائے نگاہ کو ایک متحرک پلیٹ فارم پر رکھ دیا جائے تو کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی بھی علم کو پورے یقین کے ساتھ حتمی قرار دے سکیں۔ البتہ ایک زاویۂ نگاہ ایسا ہے یعنی خالقِ کائنات کا جو ازلی ابدی ہے۔ لہٰذا اگر ایک علیم و خبیر، قادر مطلق اور حاضر ناظر ہستی کے وجود کو ثابت کیا جاسکے جو ازلی ابدی ہو، ہر کمزوری سے پاک ہو، اعلیٰ و ارفع، سب طاقتوں کی مالک اور تمام تنزیہی صفات سے متّصف ہو تو صرف اور صرف ایسی ہستی کے حوالہ ہی سے دائمی سچائی کا عرفان ممکن ہے۔ لیکن یہ مفروضہ اس امکان کے ساتھ مشروط ہے کہ نہ صرف یہ کہ ایک قادر مطلق خدا موجود ہے بلکہ وہ بنی نوع انسان کو مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشرف فرماتا ہے جسے مذہبی اصطلاح میں الہام کہا جاتا ہے۔

اتنے اہم موضوعات پر خالصۃً سیکولر اور منطقی بنیادوں پر بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ یہ سوال بھی شامل کرلیا جائے کہ کیا الہام نے انسان کی رہنمائی میں کوئی قابل ذکر کردار ادا کیا ہے تو اس مسئلہ کا حل اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ بایں ہمہ اس راہ میں حائل تمام تر دقّتوں کے باوجود ہم اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

اس مرحلہ پر قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بحث کی باریکیوں کو سمجھنے کی پوری کوشش کرے۔ جب وہ ایک بار فلسفیانہ اور عقلی دلائل کی بھول بھلیوں سے واقف ہوجائے گا تو اس معمّہ کو حل ہوتے دیکھ کر وہ یقیناً لطف اندوز ہوگا۔

مذہب کے حوالہ سے جدید مفکّرین اور ماہرین عمرانیات کا ایک مکتب فکر ایسا بھی ہے جو مذہب کے ظہور اور ارتقا کو انسان کے عقلی ارتقا کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ ان کے خیال

باقی صفحہ 2 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

یہ دن قادیان میں جلسہ سالانہ کے دن ہیں۔کل سے انشاء اللہ تعالیٰ قادیان کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔اسی طرح آج آسٹریلیا کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو چکا ہوگا اور امریکہ کے ویسٹ کوسٹ کا جلسہ بھی شروع ہونے والا ہے۔اور شاید بعض اور ملکوں میں بھی ان دنوں میں جلسے ہو رہے ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان تمام جلسوں کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔اشرار کی شرارتوں اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

قادیان کے جلسہ سالانہ کی خاص طور پر اس لحاظ سے بھی اہمیت ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی میں ہو رہا ہے اور یہیں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِذن پا کر جلسے شروع کروائے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ روایات کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے کے جلسوں کا اور اللہ تعالیٰ کے بعض الہامات کا تذکرہ جو اُن دنوں میں پورے ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں اور بعض آئندہ زمانوں میں پورے ہونے والے تھے۔

ربوہ کے رہنے والے بھی ان دنوں بے چین ہوں گے تو انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی حالات بدلیں گے اور رونقیں بھی قائم ہوں گی لیکن ربوہ کے رہنے والوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔پاکستان میں رہنے والوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران: 140) اور کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو جبکہ یقیناً تم ہی غالب آنے والے ہو جبکہ تم مومن ہو۔شرط یہ لگائی جبکہ تم مومن ہو۔

پس ایمان میں زیادتی اور دعاؤں پر زور سے پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے حالات بدلتے ہیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا یہ نظارہ ہے کہ مختلف قوموں کے ہزاروں لوگ قادیان میں جمع ہیں اور ان کے کھانے بھی پک رہے ہیں اور ان کے مزاج کے مطابق مہمان نوازی بھی ہو رہی ہے اور باقی دنیا کے جلسوں میں بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید کا ایک عظیم الشان نشان ہے اور جن جماعتوں کے ساتھ اس کی نصرت ہوتی ہے وہ اس طرح بڑھتی چلی جاتی ہیں اور دشمن کی نگاہوں میں پھر کانٹوں کی طرح کھٹکنے بھی لگ جاتی ہیں۔دشمن دشمنی میں بھی بڑھتے ہیں، حسد میں بڑھتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر پورا ہوئے بغیر نہیں رہتی اور باوجود دشمنوں کی حاسدانہ نگاہوں کے اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اسے دنیا میں ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔

دو دن پہلے قرغیزستان میں بھی ہمارے ایک مقامی قرغیز احمدی کو شہید کر دیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔آج ابھی کچھ دیر پہلے بنگلہ دیش میں جمعہ ہو رہا تھا۔وہاں کے ایک شہر میں جمعہ کے وقت ہماری مسجد میں بھی ایک دھماکہ ہوا۔غالباً خودکش دھماکہ ہی لگتا ہے۔کچھ احمدی زخمی ہوئے ہیں۔بہرحال ابھی مکمل رپورٹ آئے گی۔اللہ تعالیٰ ان زخمیوں کو بھی محفوظ رکھے اور جان لیوا زخم نہ ہوں اور جلد ان سب کو صحت عطا فرمائے۔بہرحال یہ حسد اور مخالفت احمدیت کی ترقی دیکھ کر بڑھتی چلی جا رہی ہے اور دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہے اور یہ بڑھے گی۔لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اس نے ہی غالب آنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔جماعت ترقی کر رہی ہے اور انشاء اللہ کرتی جائے گی۔

جو قادیان جاسکتے ہیں، afford کر سکتے ہیں ان کو تو جانا چاہئے۔لیکن جو اپنے ملکی جلسے ہیں ان میں بھی ضرور شامل ہونا چاہئے۔ہندوستان کے احمدیوں کو خاص طور پر کوشش کر کے قادیان آنا چاہئے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ قادیان آنے والوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں، جلسے پر آنے والوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ کثرت ہجوم اور کام کرنے والوں کی قلّت کی وجہ سے اگر آپ کو کوئی تکلیفیں پہنچیں تو پریشان نہ ہو جائیں، ٹھوکر نہ کھا جائیں۔اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے چاہے یہاں جلسہ ہو یا کہیں اَور ہو رہے ہوں۔بہرحال مہمان نوازی کرنے والے اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہر طرح مہمان نوازی کی جائے لیکن پھر بھی کمیاں رہ جاتی ہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آج بھی قادیان آنے والے یا کہیں بھی جلسے پر جانے والے یاد رکھیں کہ انتظامی لحاظ سے اگر بعض تکلیفیں پہنچیں تو خوشی سے برداشت کر لیں اور اس کو اپنے ایمان کی ٹھوکر کا باعث نہ بنائیں۔

قرغیزستان کی سرزمین میں اسلام اور احمدیت کی راہ میں اپنا خون پیش کرنے والے پہلے شہید مکرم یونس عبدل جلیلوف صاحب کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 25؍دسمبر 2015ء بمطابق 25؍فتح 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ۔

یہ دن قادیان میں جلسہ سالانہ کے دن ہیں۔کل سے انشاء اللہ تعالیٰ قادیان کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔اسی طرح آج آسٹریلیا کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو چکا ہوگا اور امریکہ کے ویسٹ کوسٹ کا جلسہ بھی شروع ہونے والا ہے۔وقت کا فرق ہے اس لئے کچھ دیر بعد شاید شروع ہو۔اور شاید بعض اور ملکوں میں بھی ان دنوں میں جلسے ہو رہے ہوں گے یا ہونے والے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ان تمام جلسوں کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔اشرار کی شرارتوں اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

قادیان کے جلسہ سالانہ کی خاص طور پر اس لحاظ سے بھی اہمیت ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی میں ہو رہا ہے اور یہیں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اِذن پا کر جلسے شروع کروائے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مختلف خطابات اور خطبات میں جلسہ سالانہ کے حوالے سے ہمیں اس زمانے سے بھی آگاہی دی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تھا اور جماعت کی ابتدا تھی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلسوں کا نقشہ کھینچا ہے کہ شروع کے جلسے کیسے ہوتے تھے وہاں بعض الہامات کا بھی ذکر فرمایا کہ کس طرح بعض الہامات کو اللہ تعالیٰ نے ان دنوں میں پورا ہوتا دکھایا اور دکھا رہا ہے۔بعض الہامات آئندہ زمانوں کے متعلق ہوں گے یا ایک دفعہ پورے ہو چکے اور دوبارہ بھی پورے ہوں گے۔اِس وقت میں اِس حوالے سے حضرت مصلح موعود کے بعض حوالے پیش کرتا ہوں۔

ابتدائی جلسوں میں سے ایک کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود اپنے بچپن کا تاثر اور جماعت کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔یہ 1936ء کی بات ہے جب آپ فرما رہے ہیں کہ قریباً چالیس سال پہلے اس جگہ پر جہاں اب مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پڑھتے ہیں (قادیان میں جو جگہ ہے) ایک ٹوٹی پھوٹی فصیل ہوا کرتی تھی۔ایک فصیل تھی جس نے پورے قادیان کی آبادی کو گھیرا ہوا تھا۔کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے میں قادیان کی حفاظت کے لئے وہ کچی فصیل بنی ہوئی تھی۔وہ خاصی چوڑی تھی اور ایک گڈّا اس پر چل سکتا تھا (یعنی بیل گاڑی)۔پھر انگریزی حکومت نے جب اسے تڑوا کر نیلام کر

دیا تو اس کا کچھ ٹکڑا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہمان خانہ بنانے کی نیت سے لے لیا۔ وہ ایک زمین لمبی سی چلی جاتی تھی۔ ایک لمبا ٹکڑا پلاٹ تھا۔ کہتے ہیں کہ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت 93ء تھا یا 94ء یا 95ء قریباً اسی قسم کا زمانہ تھا۔ یہی دسمبر کے دن تھے۔ یہی موسم تھا، یہی مہینہ تھا کچھ لوگ جو ابھی احمدی نہیں کہلاتے تھے کیونکہ ابھی احمدی نام سے جماعت یادنہیں کی جاتی تھی۔ (احمدی نام جو ہے یہ 1901ء میں رکھا گیا۔ اس سے پہلے احمدی کی باقاعدہ ایک نشانی نہیں تھی۔ احمدی کہلاتے تو نہیں تھے مگر یہی مقاصد اور یہی مدعا لے کر وہ قادیان میں جمع ہوئے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نہیں کہہ سکتا آیا وہ ساری کارروائی اسی جگہ ہوئی یا کارروائی کا بعض حصہ اس جگہ ہوا (جہاں ذکر فرمارہے ہیں) اور بعض مسجد میں ہوا کیونکہ میری (حضرت مصلح موعود کی) عمر اس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی۔ اس لئے میں زیادہ تفصیلی طور پر اس بات کو یادنہیں رکھ سکا۔ میں اس وقت اس اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے اردگرد دوڑتا اور کھیلتا پھرتا تھا۔ میرے لئے اس زمانے کے لحاظ سے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ کچھ لوگ جمع ہیں۔ اس فصیل پر ایک دری بچھی ہوئی تھی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے اور اردگرد دوست تھے جو جلسہ سالانہ کے اجتماع کے نام سے جمع تھے۔ (کہتے ہیں) ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو اور دری ایک نہ ہو، دو ہوں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک ہی دری تھی۔ اس ایک دری پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ڈیڑھ سو ہوں گے یا دوسو اور بچے ملا کر ان کی فہرست اڑھائی سو کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع بھی کی تھی۔ کہتے ہیں مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک دری تھی یا دو دَریاں۔ بہر حال ان کے لئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اس جلسہ گاہ (جس پہ یہ ذکر فرمارہے ہیں اس) کے سٹیج کی جگہ ہے۔ (بلکہ آجکل ہمارے جلسوں کے سٹیج تو اور بھی بڑے ہوتے ہیں۔) کہتے ہیں مَیں نہیں کہہ سکتا کیوں؟ مگر مَیں اتنا جانتا ہوں کہ وہ دری تین جگہ بدلی گئی۔ (ایک جگہ سے اٹھائی، پھر دوسری جگہ سے، اور پھر تیسری جگہ سے۔) پہلے ایک جگہ بچھائی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اٹھا کر اسے کچھ دُور بچھایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور جگہ بچھایا گیا۔ اور پھر تیسری جگہ اس جگہ سے بھی اٹھا کر کچھ اور دور وہ بچھائی گئی۔ کہتے ہیں کہ اپنے بچپن کی عمر کے لحاظ سے مَیں نہیں سکتا کہ آیا ان جمع ہونے والوں کو لوگ روکتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا حق نہیں کہ اس جگہ دری بچھاؤ یا کوئی اور وجہ تھی۔ بہر حال مجھے یاد ہے کہ دو تین دفعہ اس دری کی جگہ بدلی گئی۔''

(ماخوذ از جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقی آستانہ رب العزت پر گریہ وبکا کرنے کا نتیجہ ہے۔ انوار العلوم جلد 14 صفحہ 321 تا 323)

آج جو لوگ قادیان میں اس وقت جلسے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں وہ شاید اس وقت کی حالت کا اندازہ نہ کر سکتے ہوں۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک وسیع جلسہ گاہ میسر ہے جس کو پکی چاردیواری سے گھیرا گیا ہے اور اس میں بھی کوشش یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا ہوں۔ 1936ء میں جب حضرت مصلح موعود یہ فرما رہے ہیں اس کے بعد پارٹیشن تک مزید وسیع انتظام ہوتے گئے۔ قادیان پر بعد میں پارٹیشن کے وقت ایسا دور بھی آیا جب صرف دارالمسیح اور اردگرد کے چند گھروں تک احمدی محدود ہو گئے بلکہ چند سو کے سوا سب کو ہجرت کرنی پڑی اور یہ جو چند ایک احمدی تھے وہ بھی بڑے کمزور تھے۔ لیکن آج پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں وسعت پیدا ہو رہی ہے اور وہاں جانے والے جو پہلی دفعہ گئے ہوں گے، نئی نسلیں ہیں، نوجوان ہیں یا باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں، اب صرف اس وسعت کو دیکھ رہے ہوں گے۔ لیکن تاریخ کے دریچے میں سے جھانک کر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش نظر آتی ہے۔ آج ربوہ کے رہنے والے بھی ان دنوں بے چین ہوں گے تو انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی حالات بدلیں گے اور رونقیں بھی قائم ہوں گی لیکن ربوہ کے رہنے والوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ پاکستان میں رہنے والوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: 140) اور کمزوری نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب آنے والے ہو جبکہ تم مومن ہو۔ شرط یہ لگائی جبکہ تم مومن ہو۔ پس ایمان میں زیادتی اور دعاؤں پر زور سے پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے حالات بدلتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو وہاں جمع تھے (جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھایا جاتا تھا) اس نیت اور اس ارادے سے کہ اسلام دنیا میں نہایت ہی کمزور حالت میں کر دیا گیا ہے اور وہ ایک ہی نور جس کے بغیر دنیا میں روشنی نہیں ہو سکتی اسے بجھانے کے لئے لوگ اپنا پورا زور لگا رہے ہیں (یعنی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے۔) اسے وہ ظلمت اور تاریکی کے فرزند مٹا دینا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس ایک ارب اور پچیس تیس کروڑ آدمیوں کی دنیا میں (اُس زمانے میں جو آبادی تھی) دو اڑھائی سو بالغ آدمی جن میں سے اکثر کے لباس غریبانہ تھے جن میں سے بہت ہی کم لوگ تھے جو ہندوستان کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی متوسط درجے کے کہلا سکیں جمع ہوئے تھے۔ اس ارادے سے اور اس نیت سے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا جسے دشمن سرنگوں کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ اس جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے بلکہ اسے پکڑ کر سیدھا رکھیں گے اور اپنے آپ کو فنا کر دیں گے مگر اسے نیچا نہیں ہونے دیں گے۔ اس ایک ارب پچیس کروڑ آدمیوں کے سمندر کے مقابلے کے لئے دو اڑھائی سو کمزور آدمی اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے آئے تھے۔ (اس وقت 96-1895ء میں) جن کے چہروں پر وہی کچھ لکھا ہوا تھا جو بدری صحابہ کے چہروں پر لکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ بدر کے صحابہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! بیشک ہم کمزور ہیں اور دشمن طاقتور مگر وہ آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ انسان نہیں بلکہ زندہ موتیں ہیں جو اپنے وجود سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کے دین کے قیام کے لئے ایک آخری جدوجہد کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دیکھنے والے اُن پر ہنستے تھے۔ دیکھنے والے ان پر تمسخر کرتے تھے اور حیران تھے کہ یہ لوگ کیا کام کریں گے۔ (کہتے ہیں کہ) مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ ایک دری تھی یا دو دریاں۔ بہر حال ان کے لئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اس سٹیج کی جگہ ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کیوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ دری تین جگہ بدلی گئی (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے)۔ حضرت یوسف کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں جب یوسف مصر کے بازار میں بکنے کے لئے آئے تو ایک بڑھیا بھی دو رُوئی کے گالے لے کر پہنچی۔ (چھوٹے گولے لے کے) کہ شاید میں ہی ان گالوں سے یوسف کو خرید سکوں۔ دنیا دار لوگ اس واقعہ کو سنتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ روحانی لوگ اسے سنتے ہیں اور روتے ہیں کیونکہ ان کے قلوب میں فوراً یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جہاں کسی چیز کی قدر ہوتی ہے وہاں انسان دنیا کی ہنسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر مَیں کہتا ہوں یوسف تو ایک انسان تھا اور اس وقت تک یوسف کی قابلیتیں ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ (چھوٹی عمر تھی) آخر اس کے بھائیوں نے نہایت ہی قلیل قیمت پر اسے فروخت کر دیا تھا۔ (یہ کہانی اگر سچی بھی مان لی جائے۔) ایسی حالت میں اگر بڑھیا کو یہ خیال آیا ہو کہ شاید روئی کے دو گالوں کے ذریعہ سے میں یوسف کو خرید سکوں تو یہ کوئی بعید بات نہیں۔ خصوصاً جب ہم اس بات کو مدّنظر رکھیں کہ جس ملک سے یہ قافلہ آیا تھا وہاں روئی نہیں ہوا کرتی تھی اور وہ مصر سے ہی روئی لے جایا کرتے تھے تو پھر تو یہ کوئی بھی بعید بات معلوم نہیں ہوتی کہ روئی کی قیمت اس وقت بہت بڑھی ہوئی ہو اور وہ بڑھیا واقعہ میں یہ سمجھتی ہو کہ روئی سے یوسف کو خریدا جا سکتا ہے۔ لیکن جس قیمت کو لے کر وہ لوگ جمع ہوئے تھے وہ یقیناً ایسی ہی قلیل تھی (یعنی کہ اس وقت یہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گرد دو اڑھائی سو آدمی بیٹھے تھے۔ جس قیمت کو لے کر یہ لوگ جمع ہوئے تھے وہ یقیناً ایسی ہی قلیل تھی) اور یہ یوسف کی خریداری کے واقعہ سے زیادہ نمایاں اور زیادہ واضح مثال اس عشق کی ہے۔ وہ اصل چیز کیا ہے؟ یہ عشق ہے۔) جو انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ (وہ بڑھیا تو یہ سمجھی تھی کہ اس کی یہی ''میری قیمت'' کافی ہے۔ لیکن یہاں ایک اور قیمت لگ رہی ہے جو عشق کی قیمت ہے جو عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور پھر یہ عشق) انسان سے ایسی ایسی قربانیاں کراتا ہے جن کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ دو یا اڑھائی سو آدمی جو جمع ہوا ان کے دل سے نکلے ہوئے خون نے خدا تعالیٰ کے عرش کے سامنے فریاد کی۔ بیشک ان میں سے بہتوں کے ماں باپ زندہ ہوں گے، بیشک وہ خود اس وقت ماں باپ یا دادے ہوں گے مگر جب دنیا نے ان پر ہنسی کی، جب دنیا نے انہیں چھوڑ دیا، جب اپنوں اور پرایوں نے انہیں الگ کر دیا اور کہا کہ جاؤ اے مجنونو! ہم سے دُور ہو جاؤ۔ (جب انہوں نے احمدیت قبول کی تو ان کے باوجود بڑے ہونے کے، باپ ہونے کے، دادا ہونے کے، بچے ہونے کے، لوگوں نے ان کو گھروں سے نکال دیا کہ ہم سے دُور ہو جاؤ) تو وہ باوجود بڑے ہونے کے یتیم ہو گئے۔ کیونکہ یتیم ہم اسے ہی کہتے ہیں جو لاوارث ہو اور جس کا کوئی سہارا نہ ہو۔ پس جب دنیا نے انہیں الگ کر دیا تو وہ یتیم ہو گئے اور خدا کے اس وعدے کے مطابق کہ یتیم کی آہ عرش کو ہلا دیتی ہے جب وہ قادیان میں جمع ہوئے اور سب یتیموں نے مل کر آہ وزاری کی تو اس آہ کے نتیجہ میں وہ پیدا ہوا جو آج تم اس میدان میں دیکھ رہے ہو۔''

(ماخوذ از جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقی آستانہ رب العزت پر گریہ وبکا کرنے کا نتیجہ ہے۔ انوار العلوم جلد 14 صفحہ 323-322)

یعنی اس وقت جو لوگ جلسے میں جمع تھے اور وسیع میدان تھا۔ قادیان تھا۔ پس اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے چند ہزار لوگوں کو کہا تھا کہ ان دو اڑھائی سو لوگوں کی آہوں کا نتیجہ تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی کہ اس میدان میں ان دو اڑھائی سو لوگوں کی آہیں تھیں جس کا نتیجہ تم یہ دیکھ رہے ہو کہ اسی میدان میں قادیان میں تم بیٹھے ہوئے ہو۔

آج جیسا کہ میں نے بتایا کہ قادیان کی جلسہ گاہ اور بھی وسیع ہو چکی ہے۔ مَیں جلسہ میں شامل ہونے والے مرد عورتیں جتنے بھی لوگ ہیں، ان سے کہتا ہوں کہ ایک وسیع میدان جس میں تمام سہولتیں بھی میسر ہیں جہاں ایک زبان کی بجائے (اس زمانے میں تو ایک زبان میں حضرت مصلح موعود تقریر فرما رہے تھے اب وہاں ایک کے بجائے) کئی زبانوں میں آوازیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ اس وقت خطبہ بھی وہاں بیٹھ کر سن رہے ہیں۔ سات آٹھ زبانوں میں ان کو خطبہ کا ترجمہ بھی پہنچ رہا ہے۔ جہاں اس وقت مختلف قوموں کے لوگ بیٹھے ہیں، جہاں پاکستان سے آئے ہوئے اپنے حقوق سے محروم لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ یہ سب لوگ اپنے آپ میں وہ ایمان اور اخلاص پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں، ایک جذبہ پیدا کریں جو اُن دو سو لوگوں میں تھا جس کی مثال حضرت مصلح موعود نے دی ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا میں جیسا کہ مَیں نے کہا جلسہ ہو رہا ہے۔ امریکہ کے ویسٹ کوسٹ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ ہر جگہ اگر اس نیت سے آپ جمع ہوئے ہیں کہ

ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پیغام کو دنیا تک پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنا ہے تو جس طرح وہ دو اڑھائی سو لوگ اڑھائی سو گٹھلیاں یا بیج بن گئے تھے جن سے پھل دار درخت پیدا ہوئے اور قادیان کی وسعت اور میدان اور ان بزرگوں کی نسلیں اور امریکہ میں جماعت اور اس کی وسعت اور آسٹریلیا میں جماعت اور اس کی وسعت کے نظارے ہم دیکھ رہے ہیں۔ آسٹریلیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماشاء اللہ نئی نئی جگہیں خریدی جا رہی ہیں۔ ان کی خوبصورتی اگر بڑھانی ہے تو پھر اپنی ایمانی کیفیت میں اضافے سے بڑھائیں ورنہ صرف جلسہ کے لئے جمع ہونا کافی نہیں ہے۔ اگر ان دو اڑھائی سو بیجوں یا گٹھلیوں نے اپنے اثر دکھائے تو آج یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے ایمان میں بڑھیں اور پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ہمارا غلبہ ہے انشاء اللہ۔ اُس وقت تو ایک ارب کچھ کروڑ کی بات تھی آج دنیا کی آبادی سات ارب سے زیادہ ہے۔ سات ارب تیس کروڑ کہا جاتا ہے۔ اور ہماری تعداد ابھی بھی دنیا کی آبادی کے مقابلے میں اور اپنے وسائل کے لحاظ سے بہت معمولی ہے۔ لیکن ہم نے کام وہی کرنے ہیں جو ہمارے آباؤ اجداد نے کئے۔ پس اس بات کو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ ہمارا مقصد بہت بڑا ہے اسے ہم نے حاصل کرنا ہے اور یہ تمام لوگ جو قادیان میں جلسہ میں شامل ہوئے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان دنوں میں بہت دعائیں کریں۔

حضرت مصلح موعود اس بات کا ذکر فرماتے ہوئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے نشان ہزاروں ہیں اور شہادتیں بے اندازہ ہیں جو اپنی خوبصورتی دکھاتی ہیں۔ ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؑ کا ایک الہام ہے کہ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اور یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یعنی اور دُور دُور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور دُور دُور سے تیرے پاس تحائف لائے جائیں گے اور ایسے ایسے سامان کئے جائیں گے جن سے مہمان نوازی کی جائے اور اس کثرت سے لوگ آئیں گے کہ وہ راستے گِھس جائیں گے جن راستوں سے وہ آئیں گے۔ فرماتے ہیں کہ یہ نشان ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس عظیم الشان نشان کی کس وقت خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی اس حالت کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں۔ (جب یہ الہام ہوا اس وقت کیا حالت تھی اس کے دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں۔) کہتے ہیں میری عمر تو چھوٹی تھی لیکن وہ نظارہ اب بھی یاد ہے جہاں اب مدرسہ ہے وہاں ڈھاب ہوتی تھی اور مَیلے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے (یعنی گند اور روڑی کے ڈھیر تھے) اور مدرسے کی جگہ لوگ دن کو نہیں جایا کرتے تھے کہ یہ آسیب زدہ جگہ ہے۔ اوّل تو کوئی وہاں جاتا نہیں تھا اور اگر کوئی جاتا بھی تھا تو اکیلا کوئی نہیں جاتا تھا بلکہ دو تین مل کر جاتے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہاں جانے سے جنّ چڑھ جاتا ہے۔ جنّ چڑھتا تھا یا نہیں۔ بہرحال یہ ویران جگہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ ویران جگہوں کے متعلق ہی لوگوں کا خیال ایسا ہوتا ہے کہ وہاں جانے سے جنّ چڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ (کہتے ہیں) میرے تجربے سے تو باہر تھا لیکن بہت سے آدمی بیان کرتے ہیں کہ قادیان کی یہ حالت تھی کہ دو تین روپے کا آٹا بھی یہاں سے نہیں ملتا تھا۔ آخر یہ گاؤں تھا۔ زمیندارہ طرز کی یہاں رہائش تھی۔ اپنی اپنی ضرورت کے لئے لوگ خود ہی گندم پیس لیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں یہ تو ہمیں بھی یاد ہے کہ ہمیں جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی آدمی کو لاہور یا امرتسر بھیج کر وہ چیز منگواتے تھے۔ پھر آدمیوں کا یہ حال تھا کہ کوئی ادھر آتا نہ تھا۔ برات وغیرہ پر کوئی مہمان اس گاؤں میں آ جائے تو آ جائے لیکن عام طور پر کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) مجھے بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ برسات کا موسم تھا۔ ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی کھڑا تھا۔ میں پھلانگ نہ سکا تو مجھے خود اٹھا کر آگے کیا گیا۔ پھر کبھی شیخ حامد علی صاحب اور کبھی حضرت صاحب خود مجھے اٹھا لیتے۔ اس وقت نہ تو مہمان تھا اور نہ یہ مکان تھے۔ کوئی ترقی نہ تھی مگر ایک رنگ میں یہ بھی ترقی کا زمانہ تھا۔ (اس زمانے میں ایسی ترقی کوئی نہیں تھی لیکن وہ بھی ترقی کا زمانہ تھا) چونکہ اس وقت حافظ حامد علی صاحب آ چکے تھے۔ اس سے بھی پہلے جبکہ قادیان میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی شخص نہ جانتا تھا خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا کہ تیرے پاس دُور دُور سے لوگ آئیں گے اور دُور دُور سے تحائف لائے جائیں گے۔ اس وقت کی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس وعدے کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اے وہ شخص جس کو کہ اس کے محلے کے لوگ بھی نہیں جانتے، جس کو کہ اس کے شہر سے باہر دوسرے شہروں کے انسان نہیں جانتے، جس کی گمنامی کی حالت سے لوگوں کو یہی خیال تھا کہ مرزا غلام قادر صاحب ہی اپنے باپ کے بیٹے ہیں (یعنی صرف ایک بیٹا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (میں تجھے یعنی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو) میں تجھ جیسے شخص کو عزت دوں گا۔ دنیا میں مشہور کروں گا۔ عزت چل کر پاس آئے گی۔ (خطبات محمود جلد 10 صفحہ 247-246)

(یہ غور کرنے والی بات ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ) میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو کافر بھی رحمت ہوتے ہیں۔ اگر ابوجہل نہ ہوتا تو اتنا قرآن کہاں اترتا۔ اگر سارے حضرت ابوبکر ہی ہوتے تو صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہی نازل ہوتا۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 299)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں ان کو ہر چیز میں بھلائی نظر آتی ہے۔

پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت ہوئی تو اس وقت آپ کو نظر آ رہا تھا کہ اب عزت اور زیادہ بڑھے گی اور بڑھتی چلی جائے گی اور آج ہم بھی قادیان کے یہ نظارے دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بیس پچیس ملکوں سے وہاں لوگ پہنچے ہوئے ہیں اور نئی سے نئی عمارتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بن رہی ہیں۔

پھر جلسہ سالانہ کی مہمان نوازی کے حوالے سے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ وہی آخری جلسے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں کل سات سو آدمی تھے۔ اب ایک ایک بلاک میں کئی کئی ہزار بیٹھا ہے۔ (جلسے کے وقت آپ فرما رہے ہیں کہ کئی کئی ہزار لوگ ایک بلاک میں بیٹھے ہیں لیکن اُس وقت کل سات سو آدمی تھے۔) اس وقت آپ علیہ السلام کی زندگی کا آخری سال تھا اور کُل سات سو آدمی جلسے پر آیا اور انتظام اتنا خراب ہوا۔ (کُل سات سو آدمی مہمان تھا اور انتظام میں خرابی پیدا ہوگئی) کہ (بعضوں کو) رات کے تین بجے تک کھانا نہ مل سکا۔ اور آپ کو الہام ہوا کہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَآئِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ کہ اے نبی بھوکے اور پریشان حال کو کھانا کھلاؤ۔ چنانچہ صبح معلوم ہوا کہ مہمان تین بجے رات تک لنگر خانے کے سامنے کھڑے رہے اور ان کو کھانا نہیں ملا۔ پھر آپ نے نئے سرے سے فرمایا کہ دیگیں چڑھاؤ اور ان کو کھانا کھلاؤ۔ تو دیکھو سات سو آدمیوں کی یہ حالت ہوئی مگر ان سات سو آدمیوں کا یہ حال تھا کہ جب آپ علیہ السلام سیر کے لئے نکلتے تو سات سو آدمی ساتھ تھا۔ ہجوم بہت تھا۔ آنے والے بیچاروں نے کبھی یہ نظارہ تو دیکھا نہ تھا۔ باہر تو دو سو آدمی بھی لوگوں کو کسی روحانی بزرگ کے گرد جاتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ میلوں میں بیشک جاتے ہوں گے لیکن روحانی نظاروں میں نہیں جاتے۔ (فرماتے ہیں کہ) اس لئے ان کے لئے عجیب چیز تھی۔ یہ لوگ دھکے کھا رہے تھے۔ حضرت صاحب ایک قدم چلتے تو ٹھوکر کھا کر آپ کے پیر سے جوتی نکل جاتی۔ (لوگوں کا اژدہام تھا) پھر کوئی احمدی ٹھہرا لیتا کہ حضور جوتی پہن لیجئے اور آپ علیہ السلام کے پیر میں جوتی ڈال دیتا۔ پھر آپ چلتے تو پھر کسی کا ٹُھڈّ الگتا اور جوتی پرے جا پڑتی۔ پھر وہ کہتا حضور ٹھہر جائیں جوتی پہنا دوں تو اس طرح ہو رہا تھا۔ اس وقت سیر پہ جاتے ہوئے یہ حالت تھی۔ لوگ ساتھ تھے۔ ایک زمیندار دوست نے (جو مخلص احمدی تھا) دوسرے زمیندار دوست سے جو احمدی تھا پنجابی میں کہا کہ ''اوتُوں مسیح موعود دا دست پنجہ لے لیا''۔ یعنی کیا تو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مصافحہ کر لیا ہے؟ وہ کہنے لگا ''ایتھے دست پنجہ لین دا کیہڑ اویلا اے۔ نیڑے کوئی نئیں ہون دیندا''۔ یعنی اتنے لوگ ہیں کہ نزدیک بھی کوئی نہیں آنے دیتا مصافحہ کرنے کا موقع ہی کوئی نہیں یہاں تو کوئی قریب بھی نہیں آنے دیتا۔ اس پر وہ جو عاشق زمیندار تھا وہ اس کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تجھے یہ موقع پھر کب نصیب ہوگا۔ بیشک تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں پھر بھی لوگوں کے درمیان میں سے گزر جا اور مصافحہ کر آ۔ تو کجا وہ وقت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کجا یہ وقت ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہزاروں لوگ ہیں۔ (ماخوذ از الفضل 17 مارچ 1957 صفحہ 3-4 جلد 46/11 نمبر 66)

پس ایک وقت میں سات سو آدمی کے کھانے کا انتظام بھی مشکل ہو گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود کھڑے ہو کر انتظام کروایا۔ مصافحہ کا کرنا مشکل سمجھا جاتا تھا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا یہ نظارہ ہے کہ مختلف قوموں کے ہزاروں لوگ قادیان میں جمع ہیں اور ان کے کھانے بھی پک رہے ہیں اور ان کے مزاج کے مطابق مہمان نوازی بھی ہو رہی ہے اور باقی دنیا کے جلسوں میں بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔

پھر اس جلسہ کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اب بہت وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ جماعت بہت بڑھ گئی ہے۔ لگتا ہے اب ہمارا کام ختم ہو گیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری سال قادیان میں جلسہ سالانہ پر جتنے لوگ جمع ہوئے وہ مجھے یاد ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بار بار فرماتے تھے کہ خدا نے ہمیں جس کام کے لئے دنیا میں بھیجا تھا وہ ہو گیا ہے اور اب اتنی بڑی جماعت پیدا ہو گئی ہے اور اتنی کثرت سے لوگ ایمان لے آئے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقصد جو اس دنیا میں آنے کا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ اب کجا وہ دن تھا کہ جلسہ سالانہ پر اس قدر اژدہام کو عظیم الشان اژدہام سمجھا جاتا تھا اور کجا یہ وقت ہے (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں) کہ لاہور شہر میں ہی ہماری ایک جمعہ کی نماز میں اس کے قریب قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں بلکہ اب تو ہزاروں لوگ مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی ایک دفعہ بتا چکا ہوں کہ ہزاروں لوگ یہاں لندن میں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی تائید کا ایک عظیم الشان نشان ہے اور جن جماعتوں کے ساتھ اس کی نصرت ہوتی ہے وہ اس طرح بڑھتی چلی جاتی ہے اور دشمن کی نگاہوں میں پھر کانٹوں کی طرح کھٹکنے بھی لگ جاتی ہیں۔ دشمن دشمنی میں بھی بڑھتے ہیں، حسد میں بڑھتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر پورا ہوئے بغیر نہیں رہتی اور باوجود دشمنوں کی حاسدانہ نگاہوں کے وہ اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور اسے دنیا میں ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چیز اپنی ذات میں ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا موجب ہے۔'' (ماخوذ از خطبات محمود جلد 25 صفحہ 2)

لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے۔ ہمیں ان مقاصد کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

اور پھر یہ دیکھیں کہ برصغیر ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں آج دنیا کے دوسو سے اوپر ممالک میں جماعت بڑھ رہی ہے اور ترقی کر رہی ہے۔ حاسدوں کے حسد کے باوجود بھی اسی طرح بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یہ دشمنیاں پہلے تو ہندوستان یا پاکستان میں تھیں۔ انڈونیشیا کی دشمنی کا بھی ہم نے ذکر سنا تھا۔

اب دو دن پہلے قرغیزستان میں بھی ہمارے ایک مقامی قرغیز احمدی کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ انشاء اللہ آج ان کا نماز جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ اسی طرح آج ابھی کچھ دیر پہلے بنگلہ دیش میں جمعہ ہو رہا تھا تو وہاں کے ایک شہر میں جمعہ کے وقت ہماری مسجد میں بھی ایک دھماکہ ہوا۔ غالباً خودکش دھماکہ ہی لگتا ہے۔ کچھ احمدی زخمی ہوئے ہیں۔ بہرحال ابھی مکمل رپورٹ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ان زخمیوں کو بھی محفوظ رکھے اور جان لیوا زخم نہ ہوں اور جلد ان سب کو صحت عطا فرمائے۔ بہرحال یہ حسد اور مخالفت احمدیت کی ترقی دیکھ کر بڑھتی چلی جا رہی ہے اور دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہے اور یہ بڑھے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اس نے ہی غالب آنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ جماعت ترقی کر رہی ہے اور انشاء اللہ کرتی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے جو ذو معنی ہے۔ ہم اس کے کوئی خاص معنی نہیں کر سکتے اور نہ ہمیں پتا ہے کہ وہ کب اور کس طرح پورا ہو گا اور وہ الہام ہے کہ ”لنگر اٹھا دو“۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس لنگر سے اگر کشتیوں والا لنگر مراد لیا جائے (یعنی کشتی میں جب لنگر ڈالا جاتا ہے پانی میں کھڑا کرنے کے لئے) تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ باہر نکل جاؤ اور خدا تعالیٰ کے پیغام کو ہر جگہ پھیلاؤ۔ اور اگر لنگر سے ظاہری لنگر خانہ مراد لیا جائے تو پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ اب لنگر خانے کا انتظام نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے لنگر اٹھا دو اور لوگوں سے کہو کہ وہ اپنی رہائش اور خوراک کا خود انتظام کر لیں۔ ان دونوں مفہوم میں سے ہم کسی مفہوم کو بھی متعین نہیں کر سکتے اور نہ وقت متعین کر سکتے ہیں کہ کب ایسا واقعہ ہو گا۔ بہرحال جب تک مہمانوں کو ٹھہرانا انسانی طاقت میں ہے اس وقت تک ہمیں یہی ہدایت ہے کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ کہ تم اپنے مکان بڑھاتے جاؤ اور مہمانوں کے لئے گنجائش نکالو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 35 صفحہ 397-398)

پس اس کے لئے کم از کم قادیان میں اور جہاں جہاں دوسری جماعتیں بھی یہ کر سکتی ہیں وہاں رہائش کے لئے عارضی اور مستقل انتظام کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام وَسِّعْ مَکَانَکَ کے تحت قادیان میں اپنی مکانیت میں بھی اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی وسعت پیدا ہو رہی ہے اور نئے نئے گیسٹ ہاؤس اور جگہیں بن گئی ہیں اور مہمانوں کو جس حد تک سہولت ہو سکتی ہے مہیا کی جاتی ہے لیکن بہرحال گھر والی سہولت تو نہیں۔ اس لئے مہمانوں کو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جتنی سہولت دی گئی ہے اس کے اندر رہتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے جلسے پر آنے کا جو اصل مقصد ہے اس کو پورا کریں اور صرف مہمان نوازی یا رہائش کی سہولتوں کی طرف نہ دیکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور الہام اور خواہش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواہش ظاہر فرمائی کہ جماعت کے وہ تمام دوست جن کا جلسے پر آنا ممکن ہو وہ جمع ہوا کریں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سننے یا سنانے میں شامل ہوا کریں جو ان دنوں یہاں کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ابھی تک ہمارے ملک میں وسائل سفر اتنے آسان نہیں جتنے کے یورپ میں آسان ہیں اور ہندوستان کے باہر تو کئی ممالک میں ان وسائل میں اَور بھی کمی ہے جیسے کہ افغانستان ہے یا ایران ہے یا ہندوستان کے باہر کے جزائر ہیں۔ پھر ابھی تک ہماری جماعت میں ایسے لوگ شامل نہیں جو مالدار ہوں۔ (اُس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں۔ ابھی بھی بہت زیادہ مالدار تو نہیں لیکن بہرحال اچھے صاحب حیثیت لوگ شامل ہوتے جا رہے ہیں۔) جو دور دراز ممالک سے جبکہ ہوائی جہازوں کی آمد و رفت نے سفر کو بہت حد تک آسان کر دیا ہے جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان پہنچ سکیں۔ لیکن اگر ایسے لوگ ہماری جماعت میں شامل ہوں۔ (یہ حضرت مصلح موعود اپنے زمانے کا ذکر کر رہے ہیں) تو ان دُور دراز ممالک کے لوگوں کے لئے بھی جہاں ہر قسم کے وسائل سفر آسانی سے میسر آ سکتے ہیں یہاں پہنچنا کوئی مشکل نہیں رہتا اور زیادہ سے زیادہ ان کے لئے روپیہ کا سوال رہ جاتا ہے مگر ایسے لوگ ابھی ہماری جماعت میں بہت کم ہیں یا حقیقتاً بالکل نہیں۔

آج جب ہم دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بہت سارے ممالک میں سے لوگ وہاں قادیان پہنچتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کا بیشتر حصہ اس وقت ہندوستان میں ہے (اور اب پاکستان اور ہندوستان ملا کے) اور اس میں سے بھی زیادہ تر مَردوں کی ایک تعداد ہے جو جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان پہنچ سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ترقی کے شروع ہونے پر سست ہو جاتے ہیں۔ (یہ غور کرنے والی اصل چیز ہے۔) اور سمجھتے ہیں کہ اب جماعت بہت ہو گئی۔ ایسے لوگوں کو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہر وہ شخص جس کے لئے جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان پہنچنا ممکن ہے اگر یہاں آنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کا لازمی اثر اس کے ہمسایوں اور اس کی اولاد پر پڑے گا۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو دوست سال بھر میں ایک دفعہ بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان آ جاتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لاتے ہیں ان کی اولادوں میں احمدیت قائم رہتی ہے اور گو ان بچوں کو احمدیت کی تعلیم سے ابھی واقفیت نہیں ہوتی مگر وہ اپنے والدین سے یہ ضرور کہتے رہتے ہیں کہ ابّا ہمیں قادیان کی سیر کے لئے لے چلو۔ اس طرح بچپن میں ہی ان کے قلوب میں احمدیت گھر کرنا شروع کر دیتی ہے اور آخر بڑے ہو کر وہ اپنی احمدیت کا شاندار نمونہ پیش کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔ پھر بچوں کے ذہن کے لحاظ سے بھی جلسہ سالانہ کا اجتماع ان پر بڑا اثر کرتا ہے۔ بچہ ہمیشہ غیر معمولی چیزوں اور ہجوم سے متاثر ہوتا ہے اور جلسہ سالانہ پر آ کر وہ نہ صرف ایک مذہبی مظاہرہ دیکھتا ہے بلکہ اپنی طبیعت کی جدت پسندی کے لحاظ سے بھی تسلی پاتا ہے اور یہ اجتماع اس کے لئے دلچسپ اور یاد رکھنے والا نظارہ بن جاتا ہے۔ (اب جو قادیان جا سکتے ہیں، afford کر سکتے ہیں، ان کو تو جانا چاہئے۔ لیکن جو اپنے ملکی جلسے ہیں ان میں بھی ضرور شامل ہونا چاہئے۔) فرمایا کہ غرض جو باپ جلسے پر آتے ہیں وہ اپنی اولاد کے دل میں بھی یہاں آنے کی تحریک پیدا کر دیتے ہیں اور کبھی نہ کبھی ان کے بچے کا اصرار بچے کو جلسہ سالانہ پر لانے کا محرک ہو جاتا ہے جس کے بعد دوسرا قدم وہ اٹھتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا۔ پس ان ایام میں قادیان آنا کسی ایسے بہانے یا عذر کی وجہ سے ترک کر دینا جسے توڑا جا سکتا ہو یا جس کا علاج کیا جا سکتا ہو صرف ایک حکم کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اپنی اولاد پر بھی ظلم ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو حکم ہے کہ جلسے پر آؤ۔ وہ صرف اس کی نافرمانی نہیں کر رہے بلکہ اپنی اولاد پر بھی ظلم کر رہے ہوں گے۔ ہندوستان کے احمدیوں کو خاص طور پر کوشش کر کے قادیان آنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ) حقیقت تو یہ ہے کہ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ ہماری جماعت میں ابھی مالدار لوگ داخل نہیں ہوئے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی سے جانے کے لئے جو وسائل سفر ہیں وہ اتنا خرچ چاہتے ہیں کہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کے لئے ان ایام میں قادیان پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن اگر کسی زمانے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے مالدار ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں یا سفر کے جو اخراجات ہیں ان میں کچھ کمی ہو جائے اور ہر قسم کی سہولت لوگوں کو میسر آ جائے تو دنیا کے ہر گوشے سے لوگ اس موقع پر آئیں گے۔“

آج سے ساٹھ سال پہلے بڑا مشکل لگ رہا تھا کہ دنیا کے غیر ممالک سے لوگ قادیان نہیں آ سکتے لیکن آج جب ہم اس حوالے سے دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے۔

بہرحال آپ کہتے ہیں کہ ”اگر کسی وقت امریکہ میں ہماری جماعت کے مالدار لوگ ہوں اور وہ آمد و رفت کے لئے روپیہ خرچ کر سکیں تو حج کے علاوہ ان کے لئے یہ امر بھی ضروری ہو گا کہ وہ اپنی عمر میں ایک دو دفعہ قادیان بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آئیں۔“

یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ احمدی حج پر نہیں جاتے۔ اس کی جگہ قادیان چلے جاتے ہیں۔ تو ’حج کے علاوہ‘، حج پر جائیں جو جا سکتے ہیں، اس کے علاوہ قادیان جانے کی کوشش کریں ”کیونکہ قادیان میں علمی برکات میسر آتی ہیں اور مرکز کے فیوض سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں۔“ باوجود اس کے کہ اب وہاں خلافت نہیں ہے لیکن پھر بھی وہاں اس کی ایک روحانی حیثیت ہے جو وہاں جائیں تو جا کے احساس ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ”مَیں تو یہ یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ دور دراز ممالک کے لوگ یہاں آئیں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا ہے جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ ہوا میں تیر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عیسیٰ تو پانی پر چلتے تھے اور مَیں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے۔ (یہ آپ نے خواب دیکھی۔) اس رؤیا کے ماتحت مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس طرح قادیان کے جلسے پر کبھی یکّے سڑکوں کو گھسا دیتے تھے اور پھر موٹریں چل چل کر سڑکوں میں گڑھے ڈال دیتی تھیں اور اب ریل سواریوں کو کھینچ کھینچ کر قادیان لاتی ہے۔ اسی طرح کسی زمانے میں جلسہ کے ایام میں تھوڑے تھوڑے وقفے پر یہ خبریں بھی ملا کریں گی کہ ابھی ابھی فلاں ملک سے اتنے ہوائی جہاز آئے ہیں۔ یہ باتیں دنیا کی نظروں میں عجیب ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں عجیب نہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ نظارے ہم کثرت سے دیکھ رہے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے بیس پچیس ممالک کے لوگ اس وقت ہوائی جہاز کے ذریعہ سے ہی وہاں قادیان جلسے پر گئے ہوئے ہیں اور بعض ایسے ملکوں کے مقامی لوگ ہیں جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ وہاں پہنچیں گے۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ کسی وقت چارٹرڈ فلائٹس چلا کریں اور قادیان کے جلسے میں لوگ شامل ہوا کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے دین کے لئے مکّہ اور مدینہ کے بعد قادیان کو مرکز بنانا چاہتا ہے۔ مکّہ اور مدینہ وہ دو مقامات ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا تعلق ہے۔ آپ اسلام کے بانی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آقا اور استاد ہیں۔ اس لحاظ سے ان دونوں مقامات کو قادیان پر فضیلت حاصل ہے لیکن مکہ اور مدینہ کے بعد جس مقام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کا مرکز قرار دیا ہے وہ وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور جو اس وقت

تبلیغ دین کا واحد مرکز ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آجکل مکّہ اور مدینہ جو کسی وقت بابرکت مقام ہونے کے علاوہ تبلیغی مرکز بھی تھے آج وہاں کے باشندے اس فرض کو بھلائے ہوئے ہیں لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ (انشاء اللہ۔) مجھے یقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان علاقوں میں (یعنی عرب ملکوں میں) احمدیت کو قائم کرے گا تو پھر یہ مقدس مقامات (مکہ اور مدینہ بھی) اپنی اصل شان و شوکت کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 18 صفحہ 615 تا 618۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 10/دسمبر 1937ء)

ایک نصیحت ہے جو جلسہ پر شامل ہونے والوں کے لئے بڑی قابل غور ہے۔ قادیان میں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اور باقی جگہوں پر بھی سن رہے ہیں۔ آپ (مصلح موعود) فرما رہے ہیں خدا تعالیٰ کے اس شکر کے بعد میں ان تمام دوستوں کو جو یہاں جمع ہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہر اس چیز کے ساتھ جو خوشی کا موجب ہوتی ہے تکلیف بھی ہوتی ہے اور جہاں پھول پائے جاتے ہیں وہاں خار بھی ہوتے ہیں۔ (کانٹے بھی ہوتے ہیں۔) اس طرح ترقی کے ساتھ حسد اور بُغض اور اقبال کے ساتھ زوال لگا ہوا ہے۔ غرض ہر چیز جو اچھی اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے راستے میں کچھ مخالف طاقتیں بھی ہوا کرتی ہیں۔ (جیسا کہ پہلے بھی مَیں ذکر کر چکا ہوں۔) اور اصل بات یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اسے کامیابی حاصل ہو جب تک وہ مصائب اور تکالیف کو برداشت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کو بھی کچھ نہ کچھ تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ کبھی تو ان پر ایسے ایسے ابتلاء آتے ہیں کہ کمزور اور کچے ایمانوں والے لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور کبھی چھوٹی چھوٹی تکالیف پیش آتی ہیں مگر بعض کمزور ایمان والے ان سے بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے (پہلے بھی ایک دفعہ مَیں اس بات کا ذکر کر چکا ہوں۔) قادیان میں ایک دفعہ پشاور سے ایک مہمان آیا۔ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ نبیوں سے ان کے متبعین کو خاص محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا اور وہ کسی اور بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ ہمارے مفتی محمد صادق صاحب کی ایک روایت ہے کہ جلسہ کے ایام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے تو آپ کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا اور وہاں سے باہر نکل کے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ (جو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔) اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مل سکتی ہے۔ اس نے کہا جس طرح ہو سکے مصافحہ کرو خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جائے۔ یہ موقعے روز روز نہیں ملا کرتے۔ چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کر آیا۔ غرض نبی کو دیکھ کر انسان کے دل میں ایک خاص قسم کا جوش موجزن ہوتا ہے اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمتگاروں کو دیکھ کر بھی ابل پڑتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑتے گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ ایک شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلاء تھا اس لئے اسے خیال نہ آیا کہ میں کس شخص کی مجلس میں آیا ہوں۔ یہ دوست پشاور سے آیا ہوا تھا۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کر دیں اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ اس کا انتظار کرتے رہے مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں اور قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھ کر حضرت صاحب کے پاس جا بیٹھے مگر ان کے جلدی کے ساتھ گزرنے سے کسی کی کہنی اُسے لگی جو سنتیں پڑھ رہا تھا۔ اس پر وہ سخت ناراض ہو کر کہنے لگا کہ اچھا نبی اور مسیح موعود ہے کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ وہ اتنی بات پر مرتد ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اور ہو سکتی ہے وہ اس کے لئے ٹھوکر کا موجب بن گئی اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہو گئی جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب روشنی آئے تو ان کا نور جاتا رہتا ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 11 صفحہ 545-544۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 26/دسمبر 1919ء)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ قادیان آنے والوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں، جلسے پر آنے والوں کو مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ کثرت ہجوم اور کام کرنے والوں کی قلّت کی وجہ سے اگر آپ کو کوئی تکلیفیں پہنچیں تو پریشان نہ ہو جائیں، ٹھوکر نہ کھا جائیں۔ اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ چاہے یہاں جلسہ ہو یا کہیں اور ہو رہے ہوں۔

بہرحال مہمان نوازی کرنے والے اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہر طرح مہمان نوازی کی جائے لیکن پھر بھی کمیاں رہ جاتی ہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آج بھی قادیان آنے والے یا کہیں بھی جلسے پر جانے والے یاد رکھیں کہ انتظامی لحاظ سے بعض تکلیفیں اگر پہنچیں تو خوشی سے برداشت کر لیں اور اس کو اپنے ایمان کی ٹھوکر کا باعث نہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ قادیان کے جلسہ کے بھی اور باقی جلسوں کے بھی یہ تمام دن اپنے فضلوں اور برکتوں سے گزارے اور ان کا اختتام فرمائے اور ہر جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کو سمیٹنے والا ہو اور سب شاملین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں اور خود بھی ان دنوں میں بہت دعائیں کریں۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ روس میں قرغیزستان میں جو پہلے روس کی ریاست تھی وہاں ایک ہمارے احمدی کو شہید کر دیا گیا ہے جن کا نام یونس عبدل جلیلوف ہے۔ 22/دسمبر کو 8:50 منٹ پر قرغیزستان کے مغرب میں واقع گاؤں ہے کاشغر کِشتاک یہاں دو افراد نے فائرنگ کی جس کے نتیجہ میں موصوف شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اپنے گھر کے باہر یونس صاحب ایک ہمسائے کے ساتھ کھڑے تھے کہ دو افراد کار میں آئے اور انہوں نے یونس صاحب پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ بارہ گولیاں چلائیں جن میں سے سات گولیاں یونس صاحب کے جسم سے آر پار ہو گئیں۔ دو گولیاں جسم میں رہ گئیں۔ حملہ آوروں نے یونس صاحب کے ساتھ کھڑے ان کے ہمسائے پر فائرنگ نہیں کی۔ صرف یونس صاحب کو نشانہ بنا کر بھاگ گئے۔ بہرحال ان کو ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہاں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے والد اور بھائی غیر احمدی ہیں۔ ان کے رشتہ داروں نے اپنے کسی جاننے والے مولوی سے ہی جنازہ پڑھایا۔ اس وقت احمدی پہنچ نہیں سکے تھے۔ اس (مولوی) نے یہ بھی کہا کہ یہ موت نہایت ظالمانہ طریق پر ہوئی ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس طرح کسی بندے کو قتل کرنا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ بعد میں احمدی پہنچے تو نماز جنازہ غائب وہاں پر ان کے گھر میں ہی ادا کی گئی۔ کیونکہ کچھ نہ کچھ مخالفت تو تھی۔ اس لئے یہ بھی خطرہ تھا کہ ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے مولوی شور مچائیں گے اور قبرستان میں تدفین نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن اللہ کے فضل سے امن و امان سے تدفین بھی ہو گئی۔ اب وہاں کی جو کرائم انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ ہے وہ پولیس اہلکار آئے اور جماعت کے بعض افراد کو اپنے دفتر لے گئے۔ وہاں ان کو مکمل طور پر معلومات دی گئیں۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کے بارے میں بتایا گیا۔ یہ سن کے وہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ کہنے لگے کہ ہم نے تو آپ لوگوں کے بارے میں کچھ اور ہی سن رکھا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ جو کچھ ہو سکا ہم انشاء اللہ اس حقیقت کو سامنے لانے کے لئے کریں گے اور پھر پولیس نے کوشش بھی کی اور بعد میں کچھ دیر کے بعد دو قاتلوں کو انہوں نے پکڑ بھی لیا اور ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اس کے بھی ڈانڈے سیریا کے لوگوں سے جا کے ملتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی جو یہاں سے سیریا گیا ہوا ہے وہ وہاں سے آیا تھا اس نے بتایا کہ وہاں چار احمدی افراد ہیں جن کو تم نے قتل کرنا ہے۔ پہلے ایک احمدی پر ایک حملہ ہوا تھا۔ چاقوؤں سے اس پہ وار کئے گئے تھے اور سلاخوں سے مارا گیا۔ ان کی ہڈیاں بھی ٹوٹیں۔ زخمی بھی ہوئے۔ تقریباً مردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ یہ دو تین مہینے یا چھ مہینے پہلے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور اب وہ ٹھیک ہیں لیکن یہاں ان کو شہید کرنے پر کامیاب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے۔ بہرحال پولیس اور بھی پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اللہ کرے کہ سارے اپنے کیفر کردار تک پہنچیں۔

مقامی احمدیوں کا جو ردّعمل ہے انہوں نے لکھ کر بھیجا ہے کہ یونس صاحب کے اس طرح ظالمانہ طور پر قتل کئے جانے پر کاشغر کِشْتَاک جماعت کے افراد غمگین بھی ہیں لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔ ہم اس شہادت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے پیغام کو پھیلاتے چلے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مضبوط ایمان کے لوگ ہیں۔

یونس عبدل جلیلوف (Yunusjan Abdujalilov) صاحب 1978ء میں پیدا ہوئے تھے۔ 2008ء میں انہوں نے بیعت کی تھی اور ابتدائی احمدیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے رشتہ داروں کی طرف سے بڑی مخالفت بھی ہوئی لیکن یہ عہد بیعت پر قائم رہے۔ کہتے ہیں بیعت کے بعد ان میں بڑی غیر معمولی روحانی تبدیلی آئی۔ ہر وقت دینی علوم کی تلاش میں رہتے تھے۔ اس حوالے سے مبلغین کے ساتھ بھی ہر وقت رابطے میں رہتے تھے اور جب بھی دین کی کوئی نئی بات سیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ پنجوقتہ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ شہادت کے وقت اپنی جماعت کے جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کر رہے تھے۔ جماعت کے بڑے ایکٹو (active) ممبر تھے۔ اپنے پیچھے انہوں نے اہلیہ، تین بیٹیاں اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑے ہیں۔ بڑی بیٹی 9 سال کی۔ دوسری بیٹی چھ سال کی۔ تیسری تین سال کی اور سب سے چھوٹا بیٹا تین ماہ کا ہے۔ ہمارے مبلغ جو وہاں رہ چکے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یونس صاحب اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ پھر بعد میں آپ کی اہلیہ نے بھی بیعت کر لی تھی۔ بہت ہی پیارے اور فدائی احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت سے عشق کا تعلق تھا۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ بہت خوش مزاج ملنسار تھے۔ دین سیکھنے اور تبلیغ کرنے کا بے حد شوق تھا۔ ان کی نمازوں میں خشوع و خضوع ہوتا تھا۔ قرغیزستان جماعت کی ترقی کے بارے میں اکثر سوچتے رہتے اور اس کے لئے بہت دعائیں بھی کرتے تھے۔ جماعتی نمائندگان اور مبلغین کا بہت احترام کرتے تھے اور سب سے ان کا انتہائی پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ بعض مبلغین پہ جب قانونی مجبوریاں ہوئیں اور جانا پڑا تو یہ بڑے دکھی تھے کہ مبلغین کو ملک چھوڑنا پڑا۔ پہلے رشیا تھا اب قرغیزستان تو رشیا کی زمین میں اسلام اور احمدیت کی راہ میں اپنا خون پیش کرنے والے یہ پہلے شہید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کے خون کا ہر قطرہ بے شمار نیک فطرت اور سعید روحوں کو جماعت میں شامل کرنے کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کا بھی حافظ و ناصر ہو اور ان کے ایمان اور یقین میں ترقی دیتا چلا جائے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے ابھی نماز کے بعد ان کا نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا انشاء اللہ۔

خلافتِ حقّہ

سچی پاکیزگی، حقیقی تزکیہ اور دنیا و آخرت کی حسنات اور ترقیات کے حصول کے لئے ایک عظیم الشان الٰہی نظام

قسط نمبر 26

قیامِ نماز کے مختلف مدارج

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بارہا اپنے خطبات و خطابات میں ہمیں اپنی نمازوں کا جائزہ لینے اور نمازوں اور عبادات کے معیاروں کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جانے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے نماز کے سات درجات کا ذکر فرمایا ہے جو نہایت اہم ہے اور ہمیں ان بلند معیاروں کی طرف رہنمائی دینے والا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنا اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ کون سے درجہ پر ہے اور ابھی اسے اعلیٰ و ارفع منزل تک پہنچنے کے لئے کتنا سفر طے کرنا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں میں ثبات قدم سے مسلسل آگے بڑھتے چلے جانے والے ہوں۔

....

✿ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’پھر چھٹا درجہ یہ بتایا کہ وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں نماز کا لفظ جمع کی صورت میں آیا ہے۔ پس اس سے ایک تو اس طرف اشارہ ہے کہ وہ ہر قسم کی نمازیں یعنی فرائض اور نوافل اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔ اور دوسرے اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم میں سے ہر ایک کی جسمانی عبادت کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ اُن کی اولاد، اُن کی بیویاں، اُن کے رشتہ دار اور اُن کے ہمسایہ اور اُن کی سب قوم نماز کی پابند ہے یا نہیں۔ کیونکہ جب تک سارے خاندان بلکہ ساری قوم کے اعمال درست نہ ہوں اُس وقت تک انسان کا اپنا عمل بھی خطرہ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک شخص صبح اپنے بچے کو نماز کے لئے جگانے لگتا ہے تو اُس وقت فوراً جذباتِ محبت اُس کے سامنے آجاتے ہیں اور دل میں کہتا ہے ۔سخت سردی ہے میں اسے کیوں جگاؤں۔ اگر نماز کے لئے جگایا تو اسے سردی لگ جائے گی۔ پھر وہ بیوی کو نماز کے لئے جگانے لگتا ہے تو اس وقت بھی محبت کے جذبات اُس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ کہتا ہے ساری رات یہ بچے کو اُٹھا کر پھرتی رہی ہے۔ اب میں اسے جگاؤں گا تو اس کی نیند خراب ہوجائے گی۔ بہتر ہے کہ یہ سوئی رہے، نماز پھر پڑھ لے گی۔ غرض کبھی سخت سردی اور کبھی سخت گرمی کا عذر اس کے سامنے آجاتا ہے۔ چھ مہینے اس کے سامنے یہ سوال رہتا ہے کہ سخت سردی ہے ان ایام میں بچہ کو نماز کے لئے کیوں جگاؤں اسے سردی لگ جائے گی اور چھ مہینے اُس کے سامنے یہ سوال رہتا ہے کہ نازک اور پُھول سا بچہ ہے نماز پڑھنے گیا تو اسے گرمی لگ جائے گی۔ پھر کبھی بیوی کو جگاتے وقت یہ خیال آجاتا ہے کہ یہ ساری رات تو بچے کو اٹھائے پھرتی رہی ہے اس لئے بہتر ہے کہ سوئی رہے، نماز پھر پڑھ لے گی۔ غرض قدم قدم پر جذبات اور احساسات اُس کے سامنے آجاتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اُن کی اصلاح ہوتی ہے اور نہ اس کی اپنی اصلاح مکمل ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ یعنی اے میرے بندو! نہ صرف اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی آگ سے بچاؤ۔ تمہارا صرف اپنے آپ کو آگ سے بچا لینا کافی نہیں بلکہ دوسروں کو بچانا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر دوسرا نہیں بچے گا تو وہ تمہیں بھی لے ڈوبے گا۔

مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ **نماز کی پابندی کئی رنگ کی ہوتی ہے۔**

سب سے پہلا درجہ جس سے اتر کر اور کوئی درجہ نہیں یہ ہے کہ انسان بالالتزام پانچوں وقت کی نمازیں پڑھے۔ جو مسلمان پانچ وقت کی نمازیں پڑھتا ہے اور اُس میں کبھی ناغہ نہیں کرتا وہ ایمان کا سب سے چھوٹا درجہ حاصل کرتا ہے۔

دوسرا درجہ نماز کا یہ ہے کہ پانچوں نمازیں وقت پر ادا کی جائیں۔ جب کوئی مسلمان پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا ہے تو وہ ایمان کی دوسری سیڑھی پر قدم رکھ لیتا ہے۔

پھر تیسرا درجہ یہ ہے کہ نماز باجماعت ادا کی جائے۔ باجماعت نماز کی ادائیگی سے انسان ایمان کی تیسری سیڑھی پر چڑھ جاتا ہے۔

پھر چوتھا درجہ یہ ہے کہ انسان نماز کے مطالب کو سمجھ کر ادا کرے۔ جو شخص ترجمہ نہیں جانتا وہ ترجمہ سیکھ کر نماز پڑھے اور جو ترجمہ جانتا ہو وہ ٹھہر ٹھہر کر نماز کو کَما حقّہٗ ادا کرے۔ یہاں تک کہ وہ سمجھ لے کہ میں نے نماز کو کَما حقّہٗ ادا کیا ہے۔

پھر پانچواں درجہ نماز کا یہ ہے کہ انسان نماز میں پوری محویّت حاصل کرے اور جس طرح غوطہ زن سمندر میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی نماز کے اندر غوطہ مارے **یہاں تک کہ وہ دو میں سے ایک مقام حاصل کر لے۔ یا تو یہ کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہو اور یا یہ کہ وہ اس یقین کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو کہ خدا تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔**

اس مؤخر الذکر حالت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اندھا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا ہو۔ اپنی ماں کی گود میں بیٹھے ہوئے اُس بیٹے کو بھی تسلّی ہوتی ہے جو بینا ہو اور اپنی ماں کو دیکھ رہا ہو مگر ماں کی گود میں بیٹھے ہوئے اُس بیٹے کو بھی تسلی ہوتی ہے جو نابینا ہو۔ اس خیال سے کہ گو وہ اپنی نابینائی کی وجہ سے ماں کو نہیں دیکھ رہا مگر اُس کی ماں اُسے دیکھ رہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت بندے کو ان دو میں سے ایک مقام ضرور حاصل ہونا چاہئے۔ یا تو یہ کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہو اور یا یہ کہ اس کا دل اس یقین سے لبریز ہو کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ ایمان کا پانچواں مقام ہے اور اس مقام پر بندے کے فرائض پورے ہو جاتے ہیں ۔مگر جس بامِ رفعت پر اُسے پہنچنا چاہیے اس پر ابھی نہیں پہنچتا۔

اس کے بعد چھٹا درجہ ایمان کا یہ ہے کہ نوافل پڑھے جائیں۔ یہ نوافل پڑھنے والا گویا خدا تعالیٰ کے حضور یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں نے فرائض کو تو ادا کر دیا ہے مگر ان فرائض سے میری تسلی نہیں ہوئی اور وہ کہتا ہے ۔اے خدا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ان فرائض کے اوقات کے علاوہ بھی تیرے دربار میں حاضر ہوا کروں جیسے کئی لوگ جب کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو وہ مقررہ وقت گزر جانے پر کہتے ہیں کہ دو منٹ اور دیجئے۔ اور وہ ان مزید دو منٹوں میں لذّت محسوس کرتے ہیں ۔اسی طرح ایک مومن جب فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل پڑھتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اب میں اپنی طرف سے کچھ مزید وقت حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

ساتواں درجہ ایمان کا یہ ہے کہ انسان نہ صرف پانچوں نمازیں اور نوافل ادا کرے بلکہ رات کو بھی تہجد کی نماز پڑھے۔

یہ وہ سات درجات ہیں جن سے نماز مکمل ہوتی ہے۔ اور ان درجات کو حاصل کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ رات کے وقت عرش سے اترتا ہے اور اُس کے فرشتے پکارتے ہیں کہ اے میرے بندو! خدا تعالیٰ تمہیں ملنے کے لئے آیا ہے۔ اُٹھو اور اس سے مل لو۔

پس ان سات درجوں کو پورا کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے ۔ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کا پابند ہو۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نمازوں کو وقت پر ادا کیا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز باجماعت ادا کیا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کو سوچ سمجھ کر اور ترجمہ سیکھ کر ادا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ علاوہ فرضی نمازوں کے رات اور دن کے اوقات میں نوافل بھی پڑھا کرے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ نماز کے اندر محویّت پیدا کرے اور اتنی محویت پیدا کرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق یا تو وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو۔ یا وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھتا ہو کہ خدا تعالیٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ فرائض اور نوافل اس التزام اور باقاعدگی سے ادا کرے کہ اُس کی راتیں بھی دن بن جائیں ۔اسی طرح تہجد کی مناجات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ جب تک کوئی شخص اپنی نمازوں کی اس رنگ میں حفاظت نہیں کرتا اُس وقت تک اُس کا یہ اُمید کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا ایک وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا‘‘۔

(تفسیر کبیر سورۃ المومنون زیر آیت 10۔ جلد 6 صفحہ 136-134)

....

مذکورہ بالا سات درجات تو نماز کے ظاہری درجات ہیں لیکن ان میں سے ہر درجہ میں قلبی اور روحانی کیفیات اور محبت اور اخلاص اور اطاعت کے جذبات کے لحاظ سے لامتناہی مدارج کا ایک سفر ہے جسے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8/نومبر 1985ء بمقام مسجد فضل لندن میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’...... سب سے اہم، سب سے زیادہ بنیادی اور مرکزی چیز نماز ہے ۔ **قیام نماز میں ابھی وسعت کی بھی ضرورت ہے اور بہت زیادہ ضرورت ہے اور مرتبہ نماز کے لحاظ سے اس میں بلندی کی بھی ضرورت ہے اور نفس میں ڈوب کر، مطالب میں جذب ہو کر نماز پڑھنے کے لحاظ سے اس میں ابھی گہرائی کی بھی بہت ضرورت ہے اور اس لحاظ سے پختگی کی بھی ضرورت ہے کہ جو عادت ایک دفعہ پڑ جائے پھر وہ جائے نہ۔** اس مضمون سے جب ہم نماز کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو دنیا کی اکثر جماعتوں میں انصاف کی نظر سے دیکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے ،بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ ...... **نماز پڑھنا، نماز کی حفاظت کرنا، نماز کے تقاضے پورے کرنا اور استقلال کے ساتھ اس پر جم جانا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ بظاہر تم نمازیوں کو دیکھتے ہو کہ پانچ وقت نمازیں پڑھتے ہیں، مسجدوں میں بھی جاتے ہیں اور گھروں کو بھی آباد رکھتے ہیں نمازوں سے، لیکن اس کے باوجود نماز ایک بہت ہی بوجھل کام ہے۔** کس لحاظ سے بوجھل ہے؟ اس کی تفسیر بہت وسیع ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس پر بہت متعدد جگہوں پر روشنی ڈالی ہے لیکن صرف اتنا پہلو مَیں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ **نماز کے سارے تقاضے پورے کرنا آسان کام نہیں ہے اور ظاہری صورت میں نماز قائم بھی ہو جائے تو ایسی شکل ہوتی ہے جیسے برتن قائم ہو جائے کوئی اور اس کو دودھ سے بھرا نہ ہو۔ اسے بھرنا اور پھر اس کی حفاظت کرنا بہت بڑے کام ہیں اور پھر اسے پھیلانا کیونکہ اقام الصلوٰۃ میں تو اکیلی نماز پڑھنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ نماز کو دوسروں میں رائج کرنے کے ساتھ یہ بندھا ہوا ہے مضمون۔ اقامت کا مطلب یہ نہیں ہے صرف کہ تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ بلکہ مراد یہ بھی ہے کہ دوسروں کو بھی نماز کے لئے کھڑا کرو۔**

تو فرمایا بہت بھاری ہے اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ لیکن وہ لوگ جو خشوع سے کام لیتے ہیں، جو بچھ جاتے ہیں خدا کی راہ میں، جو عاجز بن جاتے ہیں، جن کے اندر درد پیدا ہوتا ہے ان کے لئے نماز آسان ہوجاتی ہے ۔ یہ غم، یہ خشوع خضوع، یہ خود نماز کی حفاظت کرتا ہے اور اس کا وزن ہلکا کر دیتا ہے۔ اس کو بوجھ محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس میں لذت پیدا ہوجاتی ہے۔ تو ہم نے ان حالات میں دیکھا کہ اس آیت کی تفسیر آج کل جماعت کے اوپر گزر رہی ہے عملی شکل میں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور نظام کے تابع گہری نظر ڈال کر تمام علاقوں پر، تمام حلقوں پر، تمام محلوں، گلیوں اور گھروں پر نظر ڈال کر نظام جماعت کی جتنی شکلیں ہیں ان کو مستعدی کے ساتھ اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ آج کل کے حالات سے سب سے بڑا فائدہ یہ اٹھائیں کہ نماز جو خدا نے آسان کر دی ہے اسے رائج کر دیں کیونکہ خاشعین کے لئے نماز آسان ہوجاتی ہے۔ ......تمام قرآن میں سب سے زیادہ زور نماز پر ہے۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ سے پہلے صلوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کا مضمون بھی پھر آگے بہت وسعت اختیار کر جاتا ہے، ...... ہر ایمان کے بعد سب سے پہلے صلوٰۃ کا ذکر ہے اور تمام دنیا کے مذاہب میں جہاں کہیں بھی کوئی مذہب آیا ہے۔ تمام قرآن کریم کے بیان کے مطابق نماز پر ہر نبی زور دیتا رہا ہے۔ نماز حفاظت کرتی ہے۔ نماز ایک ساتھ رہنے والا مربی ہے۔ جس شکل میں بھی کسی قوم نے کبھی خدا کی عبادت کی تھی ہر نبی نے سب سے زیادہ اس عبادت پر زور دیا تھا...... **عبادت کا معراج نماز ہے یعنی عبادت کی جو رسمی شکل ہے ظاہری، نماز ہے اور اس کو پھر قائم کر کے پھر اس کو بھرنا ہے۔ ہم نے کئی طریق سے اس پر غور کرنا ہے کہ کس طرح ان میں زیادہ حسن پیدا کرنا ہے، سمجھانا ہے۔**

...... اکثریت ایسی ہے جن کو یہ نہیں پتہ کہ میرے بچوں کو نماز ترجمہ کے ساتھ آتی بھی ہے کہ نہیں اور نہ پتہ ہے نہ خیال آیا ہے اور بعض لوگ دوسروں کو ڈھونڈتے ہیں۔ جن کو خیال آتا ہے وہ کہتے ہیں جی ہمارے پاس کوئی نماز سکھانے کا انتظام نہیں ہے اس لئے ایک مربی بھیجا جائے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مربّیوں کا کام ہے نماز سکھانا اور پڑھانا حالانکہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ والدین کا کام ہے۔ گھر سے شروع کرو اور پھر مستقل مزاجی کے ساتھ نماز کو قائم

کر کے دکھاؤ وہاں۔ یہ عجیب سوال ہوتا ہے، مَیں حیرت سے دیکھتا ہوں۔ اگر تمہیں خود نماز نہیں آتی تو پہلے اپنی فکر کرو، بچوں کی کیا بات شروع کی ہے۔ پہلے خود تو نماز سیکھو اور اگر خود نماز آتی ہے تو مربی کا کیا انتظار کرتے ہو۔ جو اوّلین مقصد ہے انسانی تخلیق کا اس مقصد سے محروم ہو رہے ہو محروم رہ رہے ہو اور انتظار کر رہے ہو کوئی آئے گا تو وہ ہمیں سکھا دے گا۔ اتنے مربی نہ جماعت کے پاس ہیں، نہ یہ ممکن ہے کہ مربی دوسرے سارے کام چھوڑ دیں۔ جتنے ہیں اگر وہ سارے کام دوسرے چھوڑ دیں اور یہی کام شروع کریں تو تب بھی وہ پورے نہیں ہوں گے۔ اس لئے قرآن کریم بڑا حکیمانہ کلام ہے۔ وہ واقعاتی بات کرتا ہے۔ خیالی اور فرضی بات نہیں کرتا۔ یہ ذمہ داری مربی پر نہیں ڈالی بلکہ ہر خاندان کے سربراہ پر ڈال دی ہے کہ تم کوشش کرو، تمہاری ذمہ داری ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق بھی یہی بتایا کہ بڑی خوبیوں کا مالک تھا، وہ اپنی اولاد کو اپنے اہل و عیال کو مستقل مزاجی کے ساتھ نماز کی طرف توجہ دلاتا رہتا تھا۔

پس جماعت احمدیہ میں سب سے اہم کام اس وقت عبادت کو قائم کرنا ہے۔ نماز کو نہ صرف قائم کرنا ان معنوں میں کہ ظاہراً کوئی شروع کردے بلکہ اس کے اندر مغز کو اور روح کو بھرنا ہے اور جب تک بچپن سے نماز کا ترجمہ ساتھ نہ سکھایا جائے اس وقت تک نماز کے معنی انسان نماز پڑھتے وقت اپنے اندر جذب نہیں کرسکتا۔ ایک غیر زبان ہے ہم سوچتے اپنی زبان میں ہیں اور غیر زبان اگر سیکھ بھی لیں تب بھی عملاً ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کر رہے ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد میں بہت مہارت پیدا ہو جائے ورنہ شروع میں ہر انسان جو غیر زبان سیکھتا ہے وہ بولتے ہوئے بھی سنتے ہوئے بھی ساتھ ساتھ تیزی سے اس کا ترجمہ کر رہا ہوتا ہے۔ ...... اسی لئے نماز پڑھنے والوں کی بھی کئی قسمیں اس پہلو سے بن جاتی ہیں۔ **کچھ وہ ہیں اور ایک بہت بڑی تعداد ہے جن کو آتا ہی نہیں نماز کا ترجمہ۔ اب ان کو ترجمہ ہی نہیں آتا تو بیچارے سوچیں گے کیا۔ پھر وہ ہیں جن کو ترجمہ آتا ہے لیکن جب تک پہلے عربی پڑھ کر پھر ساتھ اس کا ظاہراً ترجمہ نہ کریں، دماغ میں دہرائیں نہ پوری بات کو اس وقت تک اُن کو سمجھ ہی نہیں آتا کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں۔ اور جن کو نماز آتی ہے ان میں سے ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو اتنا وقت نہیں دیتی۔ نماز پڑھتے ہیں اور بغیر محسوس کئے کہ جو میں نے نماز پڑھی ہے اس کا ترجمہ میں نے محسوس کیا ہے کہ نہیں، اس میں سے گزر جاتے ہیں۔ اور پھر کچھ اور ہیں جن کو مہارت ہو جاتی ہے ساتھ ساتھ ترجمہ خود بخود جذب ہونے لگ جاتا ہے لیکن ان کی توجہ بکھر جاتی ہے۔ نماز کے بعد بہت حصے خلا کے رہ جاتے ہیں جہاں توجہ اکھڑ گئی تھی۔ تو یہ ساری باتیں جو کسل کی حالت ہے اور بہت سی باتیں ہیں، یہ نماز کی کوالٹی پر، اس کی قسم پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے اگر سو فیصدی بھی ایک جماعت نمازی ہو جائے اور پانچ وقت کی نمازی ہو جائے بلکہ تہجد بھی پڑھنا شروع کردے تب بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے ظاہری نظر سے کہ نماز قائم ہوگئی ہے یا نہیں ہوئی۔ کیونکہ اور بہت سے مراحل ہیں۔ لیکن آغاز بہرحال ترجمہ سے ہوگا یعنی اس کے اندر مغز پیدا کرنے کے لئے ترجمہ پہلے سکھائیں گے تو پھر دیگر امور کی طرف متوجہ کرسکیں گے۔**

ترجمہ سکھانے کے لئے باہر کی دنیاؤں میں اور بھی بہت سے ذرائع موجود ہیں مثلاً ویڈیو کیسٹس عام ہے۔ آڈیو کیسٹس ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچوں کو ترجمہ سکھانے کے لئے ماں باپ کا ذاتی تعلق ضروری ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ویڈیوز کے اوپر آپ بنادیں اور ہم اپنے بچوں کو پکڑا دیں گے اور بے فکر ہوجائیں گے کہ ان کو نماز آنی شروع ہوگئی ہے۔ یہ درست نہیں۔

عبادت کا تعلق محبت سے ہے اور محض رسمی طور پر ترجمہ سکھانے کے نتیجہ میں عبادت آئے گی کسی کو نہیں۔ وہ ماں باپ جن کا دل عبادت میں ہو جن کو نماز سے پیار ہو جب وہ ترجمہ سکھاتے ہیں بچے سے ذاتی تعلق رکھتے ہوئے، بچہ اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہا ہوتا ہے، ان کے دل کی گرمی کو محسوس کر رہا ہوتا ہے، ان کے جذبات سے اس کے اندر بھی ایک ہیجان پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ اگر نماز سکھائیں تو ان کا نماز سکھانے کا انداز اور ہوگا۔

...... ہر احمدی کو خود نماز کے معاملے میں کام کرنا پڑے گا، محنت کرنی پڑے گی، اپنے نفس کو شامل کرنا پڑے گا، اپنے سارے وجود کو اس میں داخل کرنا پڑے گا، تب وہ نسلیں پیدا ہوں گی جو نمازی نسلیں ہوں گی خدا کی نظر میں۔

...... پس اس لئے **ضروری ہے کہ نماز کو گہرا کیا جائے۔ اس میں خشوع پیدا کیا جائے۔** لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ تو ابھی بہت بعد کی منازل ہیں۔ پہلی منزل بھی ہے ایک لحاظ سے کہ جب خشوع کے حالات پیدا ہوجائیں تو پھر نمازیں آسان ہونے لگ جاتی ہیں اور بعد کی منزل اس لحاظ سے ہے کہ اپنے بچوں کی آپ نے جب تربیت کرنی ہے تو ان کو خشوع کے مقام تک پہنچانے کے لئے آپ کو بہت محنت کرنی پڑے گی اور ذاتی تعلق رکھنا پڑے گا، ذاتی قابلیتوں کو استعمال کرنا پڑے گا، ذاتی تعلقات کو استعمال کرنا پڑے گا تب جا کر آئندہ آنے والی نسلیں آپ کی سچی نمازی بن سکیں گی"۔

....

❁ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 1985ء میں فرمایا:

"امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے اکثر نمازی بدقسمتی سے اپنی اکثر نمازوں کے لحاظ سے خالی برتن لئے پھرتے ہیں اور بعض نمازی جو باقاعدہ نماز پڑھنے والے ہیں اور ایک بھی نماز کا ناغہ نہیں کرتے بدقسمتی سے ان کی اکثر نمازیں بھی خالی برتنوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان وجوہات کو سمجھنا چاہئے اور ان کی طرف توجہ دینی چاہئے اور نماز کی حفاظت کا یہ بھی حصہ ہے۔

بھری ہوئی نماز

حقیقت یہ ہے کہ خالی نماز ایک بے حفاظت چیز ہے اور وہ فائدے نہیں بخش سکتی جو ایک بھری ہوئی نماز کے فوائد ہوتے ہیں۔ اور ان مقاصد کو حل نہیں کرتی جو مقاصد ایک بھری ہوئی نماز سے حاصل ہوسکتے ہیں۔

بھری ہوئی نماز سے کیا مراد ہے؟ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نماز بھرنی چاہئے۔ پھر ان مطالب سے نماز بھرنی چاہئے جو نماز کے الفاظ میں موجود ہیں۔ جب ہم الفاظ ادا کرتے ہیں تو چونکہ بہت سے لوگ نماز کے مطلب سے ہی بے خبر ہوتے ہیں یعنی معنی سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے وہ بیچارے الفاظ تو کہہ جاتے ہیں لیکن انہیں پتہ نہیں لگتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی اس مضمون کو بیان کیا تھا، اس کی میں تکرار نہیں کرتا مگر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ **باجماعت نماز کے بعد نماز کے معانی سکھانے اور مطالب سکھانے کا انتظام ہونا چاہئے۔ معانی سے میری مراد یہ ہے کہ سادہ معانی اور مطالب سے میری مراد یہ ہے کہ معنوں کے اندر جو گہرے مضمون پائے جاتے ہیں ان سے آگاہ کیا جائے۔ یہ کام بچپن سے شروع کرنا چاہئے۔**

اگر آپ بچپن میں نماز معانی کے ساتھ اور مطالب کے ساتھ از بر کروا دیں تو بچے کا ذہن اتنا گہرا اثر اور نقش قبول کرتا ہے کہ پھر وہ مٹ ہی نہیں سکتا، اس کے لئے ہمیشہ کے لئے ایک ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے۔ اس رستے پر چلنا یا نہ چلنا اس کا کام ہے مگر رستہ بہرحال اسے میسر آجاتا ہے۔ بڑے آدمی پر محنت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے اور جو محنت کی جائے اس کا نتیجہ اتنا اچھا نہیں نکلتا جتنا بچے پر محنت کرنے کا نتیجہ نکلتا ہے۔ لیکن بہت سے ایسے بچے ہیں جو اس عمر سے گزر بھی چکے اور کسی نے ان کو نماز نہیں سکھائی۔ یعنی اس کے معانی نہیں بتائے، اس کے مطالب سے آگاہ نہیں کیا اور جوانی کے دور میں داخل ہوگئے ہیں، بہرحال ان پر جوانی میں محنت کرنی پڑے گی۔ ایسے بوڑھے بھی ملیں گے جو جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں داخل ہوگئے ہیں اور نماز کے معانی سے ناآشنا ہیں۔ ان پر بڑھاپے میں محنت کرنی پڑے گی اور جتنی عمر بڑھتی چلی جائے گی اتنی آپ کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ یہ چونکہ ایک نسل کا کام نہیں ہے، ایک دَور کا کام نہیں ہے، قیامت تک کے لئے اپنی نسلوں کی حفاظت کی ذمہ داری خدا تعالیٰ ہم پر ڈالتا ہے اس لئے اسے آج شروع کریں۔ کل آپ کے بزرگوں نے جو آپ پر محنت کی تھی اس کا پھل آج آپ کھا رہے ہیں۔ کل کے بچوں پر آپ نے محنت کرنی ہے اور کل کی آنے والی نسلوں کو آپ نے پھل عطا کرنے ہیں۔ اس لئے بزرگوں کی محنت کا شکریہ ادا کرنے کا ایک یہ طریق ہے کہ آپ آئندہ ان کے فیض کو جاری کردیں۔

دوسرا پہلو نمازوں کے بھرنے کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہ ہو اور نماز کا مقصد واضح نہ ہو اس وقت تک مطالب معلوم ہونے کے باوجود بھی نماز نہیں بھرے گی۔ بعض دفعہ پھل موٹا بھی ہو جاتا ہے لیکن پکتا نہیں۔ تو جو لذت پکے ہوئے پھل کے کھانے سے حاصل ہوتی ہے اگر کچے پھل پر آپ منہ ماریں تو بالکل اس کا برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ بعض پھل جو پکنے کے بعد نہایت شیریں ہو جاتے ہیں، رس سے بھر جاتے ہیں اگر کچے کھائے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شدید تکلیف پہنچتی ہے بلکہ بعض دفعہ عوارض لگ جاتے ہیں اس لئے نماز کو صرف مطالب سے پڑھنا کافی نہیں جب تک ان مطالب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا رس داخل نہ ہو جائے، اس وقت تک ان مطالب میں مزا نہیں آسکتا اور نماز کے ساتھ ایک ذاتی لگاؤ پیدا نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کا مقصد وصل بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ تو ایک سواری ہے جس پر بیٹھ کر انسان کسی محبوب کی طرف جاتا ہے اور ہر دفعہ ہر سفر کا مقصد اس سے ملاقات ہے۔ پس اگر آپ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو نماز کی سواری پر بیٹھ کر آپ پانچ دفعہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں، اگر چھ نمازیں پڑھتے ہیں تو چھ دفعہ روانہ ہوتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ اور نوافل پڑھ لیتے ہیں تو اتنی ہی دفعہ خدا کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مضمون کو احسان کی تفسیر کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ فرمایا احسان کیا ہے؟ اس طرح نماز پڑھنا کہ گویا تُو خدا کو دیکھ رہا ہو۔ یعنی وصل کی اور کیا تعریف ہے۔ نہ صرف خدا کے حضور حاضر ہو بلکہ اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اتنی توفیق نہیں ملتی، اس مقام تک نہیں پہنچتے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ گویا خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر 48) ایسی نمازیں اصل میں وہ نمازیں ہیں جو شیریں اور پُرلذت مضمون کے ساتھ بھر جاتی ہیں کیونکہ جس شخص کو آپ مخاطب کر رہے ہیں اور اس کی ثناء اور اس کی تسبیح کر رہے ہیں، اس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں، اگر وہ سامنے موجود ہو اور آپ کو احساس ہو کہ وہ سن رہا ہے پھر آپ کی اس تعریف اور اس حمد و ثناء میں ایک خاص لذت پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی حاضری کا احساس نہ ہو یا یہ بھی احساس نہ ہو کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو یہ ساری چیزیں بے معنی ہو جائیں گی۔ وہی الفاظ آپ زندگی میں کروڑوں دفعہ بھی دہرائیں تو ان کے کوئی معنی نہیں ہوں گے۔ یعنی مطلب سمجھنے کے باوجود بھی وہ نتیجہ خیز نہیں ہوں گے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف بار بار توجہ دلاتے ہیں اور وصال نہ ہونے کی دوا بھی بتاتے ہیں۔ وصال کیسے نصیب ہوتا ہے؟ اس کا علاج کیا ہے اگر نصیب نہ ہو تو؟ فرماتے ہیں:

"جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ خود وصال عطا نہ کرے کوئی وصال کو حاصل نہیں کرسکتا"۔

پس ان معنوں کی رو سے احسان کا ایک اور معنی بھی سمجھ آگیا کہ کیوں اسے احسان کہا گیا؟ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقاء کا نام احسان بیان فرمایا ہے۔ اس کا ایک عارفانہ نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس لئے کہ خدا کے احسان کے بغیر وصال نہیں ہوسکتا یہ ہے احسان۔ اللہ کا احسان جب بندے پر ہو جائے تو اس کی نمازوں میں خدا نظر آنے لگ جاتا ہے۔ ایک اور طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ نمازوں کو وہاں تک آگے بڑھاؤ، وہاں تک نمازوں پہ محنت کرو کہ وہ جو سنتا ہے وہ بولنے لگ جائے۔ یعنی خدا اور بندے کے تعلق میں نمازوں کے ذریعہ پہلے تو یک طرفہ مناجات کا تعلق قائم ہوتا ہے اور جب وہ تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے اور انسان اس کے حضور یک طرفہ گزارشات کرتا چلا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ جو سنتا ہے وہ پھر بولتا بھی ہے، وہ جواب بھی دیتا ہے۔ اس طرح لقاء کا مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ وہ سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ یعنی پہلے تمہیں احساس کرنا پڑے گا کہ گویا وہ سامنے ہے، پھر جب اس کی صفات کے گیت گاؤ گے تو یوں محسوس ہوگا جیسے واقعۃً وہ کھڑا ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے اور بعد ازاں وہی وجود بولنے لگ جائے گا اور اپنے کلام سے اپنے وجود کا ثبوت دے گا۔ یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ خود وصال عطا نہ کرے کوئی وصال کو حاصل نہیں کرسکتا۔ طرح طرح کے طوق اور قسما قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں"۔

اب آپ اس سے اندازہ کریں کہ نماز کو قائم کرنا درحقیقت کتنی محنت کا کام ہے اور ہونا بھی چاہئے"۔

(باقی آئندہ)

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
28 London Rd, Morden SM4 5BQ
0044 20 3609 4712

ہماری صحت

برائلر مرغی گوشت، انڈے

ڈاکٹر نذیر احمد مظہر۔ نیچرو پیتھ، کینیڈا

مرغی کے گوشت اور انڈوں کے کھانے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ مرغی قدرتی غذا اور قدرتی ماحول میں پلی ہو۔

☆ قید و بند کی زنجیروں میں پلنے والی برائلر مرغیوں کو ایسی خوراکیں اور دوائیاں کھلائی جاتی ہیں جو اِن کو جلد موٹا کر دیتی ہیں۔ یہ خوراک بدبُو اور تعفّن سے بھرپور ہوتی ہے۔ اِن غلاظتوں کو کھا کر پلنے والی مرغیاں پانچ چھ ہفتوں سے بڑی ہو جائیں تو کھڑی نہیں ہو سکتیں اور تب یہ جوڑوں کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور ان کی ٹانگیں ٹوٹ بھی جاتی ہیں اور ہارٹ اٹیک وغیرہ سے مرجاتی ہیں۔

☆ جس طرح برائلر کو کھڑے کھڑے اچانک ہارٹ اٹیک ہوتا ہے بعینہٖ اس کے بکثرت کھانے والوں کو ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جوڑوں کے امراض جو برائلر کو ہوتے ہیں وہ بھی انسانوں کو لاحق سکتے ہیں۔

☆ سویڈن کی ایک فارمنگ یونیورسٹی کی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ گوشت کے لئے تیار مرغیوں میں سے صرف 33 فیصد صحتمند تھیں۔ برائلر مرغیاں بہت سُست اور کاہل ہوتی ہیں اور بیماری اور سُستی و کاہلی کھانے والے میں منتقل کرنے کا موجب بنتی ہیں۔

Goe Medical College کی تحقیق کے مطابق برائلر مرغیوں کو لگنے والے سٹیرائیڈ انجکشن عورتوں میں بریسٹ کینسر کا موجب بن سکتے ہیں۔ برائلر مرغیوں کے گوشت اور انڈوں کا زیادہ استعمال انسانی جسم میں ہارمونز کے توازن کو بگاڑنے کا موجب بنتا ہے جو عورتوں کے چہرے پر بال آنے سمیت مندرجہ ذیل بیماریوں کا پیش خیمہ بن سکتا ہے: ہارٹ اٹیک۔ کینسر۔ بواسیر۔ موٹاپا۔ ذیابیطس۔ آنکھ، کان اور ناک کی بیماریاں۔ وائرس سے پھیلنے والی بیماریاں۔ گردے کی پتھریاں۔ ہارمونز لیول میں بگاڑ۔ برڈ فلو، Avian Flu-2، انفلوئنزا۔ جوڑوں کا درد۔ سالمونیلا پائزننگ۔ جگر کی بیماریاں۔ E-Coli انفیکشن۔ اسہال اور آنتوں کا درد۔

☆ ڈاکٹرز عموماً ریڈ میٹ (Red meat) سے کولیسٹرول کی زیادتی اور دیگر وجوہ کی بناء پر منع کرتے ہیں مگر برائلر کے نقصانات بھی کچھ کم نہیں۔ برائلر مرغی اور فارمی انڈوں کو جہاں تک ہو سکے کم کھانا چاہئے۔

☆ برائلر مرغیوں کی پرورش میں استعمال ہونے والے آرسینک کو کینسر کا باعث بننے والا محرک تسلیم کیا جاتا ہے اور بہت سے ماہرین کہتے ہیں اس کی کسی بھی مقدار کو محفوظ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ آرسینک زندگی کے لئے بہت سی دوسری خطرناک بیماریوں کو پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ دل کی بیماریاں، ذیابیطس اور ذہنی و دماغی کاموں میں کمزوری۔ امریکہ میں Tyson Foods کمپنی نے اپنی مرغیوں کی پرورش میں آرسینک کا استعمال ختم کر دیا ہے جبکہ دیگر کئی کمپنیاں ابھی تک آرسینک استعمال کرتی ہیں ایسی مرغی جس کا علاج آرسینک سے کیا گیا ہو اسکی کھال کو اُتار دینے سے آرسینک کے لیول کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔

☆ برائلر مرغیوں کو کھلائی جانے والی خوراک میں ایک جزو 3-Nitro یا Roxersone ہوتا ہے، اس کو مرغیوں کی Coccidiosis بیماری کنٹرول کرنے، مرغیوں کا زیادہ تیزی سے وزن بڑھانے اور بہتری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس دوائی میں آرسینک بھی پایا جاتا ہے، یہ مرغی کے جگر میں جمع ہو جاتا ہے۔ Roxersone کا استعمال (جس کی سؤر اور ٹرکی کی پیداوار کے لئے منظوری دی گئی ہے) حالیہ سالوں میں امریکہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ مگر کینیڈا، میکسیکو، ملائشیا، آسٹریلیا اور پاکستان وغیرہ میں Roxersone ابھی بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ آج کل مارکیٹ میں فری رینج مرغی کا گوشت اور انڈے نسبتاً مہنگے داموں دستیاب ہیں جو نسبتاً بہتر ہیں مگر عموماً ان کو بھی خطرناک خوراک اور دوائیاں دی جاتی ہیں اور ان کا استعمال بھی مضر صحت ہوتا ہے۔

برائلر مرغی اور فارمی انڈوں سے پیدا شدہ ممکنہ مسائل کا حل:

☆ Campylobacter بیماری پیدا کرنے والا ایک جرثومہ ہے جو کہ انسانوں میں مرغی کا آلودہ گوشت کھانے سے منتقل ہوتا ہے۔ یہ جرثومہ انسانوں میں فوڈ پائزننگ (غذائی زہر) پیدا کرنے والے ذرائع میں سے ایک عام ذریعہ ہے۔ اس جراثیم کو مارنے کے لئے زیادہ درجہ حرارت درکار ہوتا ہے۔ لہٰذا خوب پکا کر گوشت کھانا چاہئے اور کچے پکّے کباب کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ جراثیم Guillain-Barre Syndrome کا باعث بنتا ہے جو ایک ایسی بیماری ہے جس کے نتیجے میں فالج ہو سکتا ہے۔

☆ برائلر مرغی اور فارمی انڈے بلاشبہ دَورِ جدید کی مفید ایجاد ہیں۔ ان کو غذائی قلت کا شکار پسماندہ ممالک اور قحط زدہ علاقوں کے لوگ بامر مجبوری کھا کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر چاہئے کہ آرسینک اور دیگر مضر صحت عناصر ایسی مرغیوں کی پرورش میں استعمال نہ ہوئے ہوں۔

☆ برائلر کے استعمال کے نتیجہ میں کوئی عوارض پیدا ہو جائیں تو بعض ادویات، بالخصوص ہومیو پیتھک ادویات کے استعمال سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ نکس وامیکا رات کو اور سلفر صبح کو 30 کی طاقت میں کچھ عرصہ استعمال کرنا مفید ہے۔ البتہ کسی نیچرو پیتھ یا ہومیو پیتھ سے رابطہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ نیز ورزش اور سیر کو معمول بنانا مفید ہے اور صرف برائلر پکانے کی بجائے سبزیوں میں کم مقدار میں ملا کر پکانا بہتر ہے۔

☆ اگر قدرتی ماحول اور قدرتی خوراک سے خود مرغیاں پال سکیں تو بہتر ہے ورنہ سبزیاں، دالیں، مچھلی اور پھل فروٹ بہتر متبادل ہیں کیونکہ گندے بدبُو دار ماحول اور غلیظ خوراک کھا کر پلنے والی مرغیاں اور ایسی فارمی مرغیوں کے انڈوں سے بہت سے عوارض لاحق ہو سکتے ہیں، لہٰذا ایسے گوشت اور انڈوں سے بچنا خود کو امراض سے بچانے کے مترادف ہے۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

۞...... مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ 27/اکتوبر 2015ء بروز منگل نماز ظہر سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ (بنت مکرم نذیر احمد نسیم صاحب ایڈووکیٹ۔ بھلوال ضلع سرگودھا حال کینیڈا) آف کولیئرز وڈ۔ یوکے کی نماز جنازہ حاضر** پڑھائی۔

آپ 24/اکتوبر 2015 کو بعارضی کینسر 53 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ بھلوال سے 2011ء میں لندن آئی تھیں اور اسی وقت سے زیر علاج تھیں۔ پاکستان میں اپنی مجلس میں سیکرٹری ناصرات اور یوکے میں سیکرٹری تعلیم کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بیماری کے باوجود جماعتی پروگراموں میں شرکت کرتیں اور تعلیم القرآن کلاسز میں باقاعدگی سے شمولیت کرتی تھیں۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم ساجد نسیم صاحب مربی سلسلہ جرمنی کی ہمشیرہ تھیں۔

اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:

(1) مکرم ماسٹر سعید احمد خان صاحب (ابن مکرم مصطفیٰ خان صاحب۔ امیر ضلع دھولپور راجستھان۔ انڈیا) 8/اکتوبر 2015 کو نور ہسپتال قادیان میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق ملکانہ یوپی کی جماعت صالح نگر سے تھا اور ملازمت کے سلسلہ میں دھولپور راجستھان میں مقیم تھے۔ آپ کو لمبا عرصہ مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ امیر ضلع دھولپور کے علاوہ نائب زونل امیر دھولپور، چیئرمین تعلیمی کمیٹی یوپی، ناظم ضلع انصار اللہ دھولپور، سیکرٹری مال صالح نگر کی حیثیت سے خدمت بجالاتے رہے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، خوش اخلاق، مہمان نواز، نہایت ایماندار اور مخلص انسان تھے۔ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ ہندو مذہب کے بارہ میں کافی علم تھا۔ اخبارات میں جب اعتراضات چھپتے تو اس کا بروقت جواب دیا کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کا بیٹا بھی سلسلہ کی خدمت کر رہا ہے۔

(2) مکرمہ سلمٰی قدسیہ صاحبہ (اہلیہ مکرم سجاد احمد خان صاحب آف راولپنڈی پاکستان) 13 ستمبر 2015ء کو 3 سال بیمار رہنے کے بعد 56 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو چھوٹی عمر میں وصیت کے بابرکت نظام میں شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، مہمان نواز، چندہ جات میں باقاعدہ، خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ حضور کے خطبات بہت شوق سے سنتی تھی۔ خلافت سے بے حد محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ ایک واقف نو بیٹا بعمر 10 سال یادگار چھوڑا ہے۔

(3) مکرم محمد غیاث قریشی صاحب (ابن مکرم عباس علی خان صاحب مرحوم۔ جرمنی) 6 اکتوبر 2015ء کو 79 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو کراچی میں صدر حلقہ کے علاوہ مختلف جماعتی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ 1996ء میں آپ جرمنی شفٹ ہو گئے جہاں آپ نے صدر جماعت Balingen نیز Reutlingen میں مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔ علاوہ ازیں آپ کو وقف عارضی کے تحت تین بار البانیا، ایک بار مالٹا اور آئس لینڈ میں تبلیغی مساعی کی توفیق ملی۔ مرحوم پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ کے ذریعہ متعدد سعید روحوں کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔ آپ صوم و صلوۃ کے پابند، نہایت شفیق، ہنس مکھ اور زندہ دل، مہمان نواز، اچھے اخلاق کے مالک، مخلص اور نیک انسان تھے۔ خلافت سے نہایت عقیدت، محبت اور اخلاص کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 4 بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(4) مکرمہ امۃ الجمیل جدران صاحبہ (اہلیہ مکرم عبدالرفیق جدران صاحب۔ امریکہ) یکم اکتوبر 2015ء کو طویل علالت کے بعد 57 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے کینسر کے موذی مرض کا سات سال نہایت صبر اور حوصلہ سے مقابلہ کیا۔ بوقت وفات آپ جماعت منی سوٹا (Minnesota، امریکہ) میں سیکرٹری ضیافت کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی تھیں۔ قبل ازیں آپ کو کینیڈا میں بھی لجنہ کی سیکرٹری ضیافت کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ بیاہ کر اپنے شوہر کے پاس غانا چلی گئیں اور وہاں 11 سال تک مقیم رہیں تو اس دوران بھی جماعتی مہمانوں کی خدمت کی بہت توفیق پائی۔ آپ بہت خوش اخلاق، ملنسار، مہمان نواز، جماعتی خدمت میں پیش پیش، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ: مختصر عالمی جماعتی خبریں از صفحہ نمبر 13

لگائی۔ اس نمائش کا مقصد عوام کو قرآنی تعلیم سے آگاہ کرنا تھا۔ امام محمد بشارت نے بتایا کہ ہم اس نمائش سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور اسلام رواداری اور امن کی تعلیم پیش کرتا ہے۔

....

فرنچ گیانا میں قرآن کریم اور جماعتی کتب کی نمائش کے موقع پر حاضرین کی ایک تصویر۔ ⟸

☆......☆......☆

مختصر عالمی جماعتی خبریں

مرتبہ: فرخ راحیل۔ مربی سلسلہ

اس کالم میں الفضل انٹرنیشنل کو موصول ہونے والی جماعت احمدیہ عالمگیر کی تبلیغی و تربیتی مساعی پر مشتمل رپورٹس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

شمالی امریکہ

منیسوٹا (Minnesota) میں مسجد نصرت کا افتتاح

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ کو 2013ء میں Minnesota سٹیٹ کے شہر Coon Rapids میں مسجد کے لئے ایک عمارت خریدنے کی توفیق ملی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت ستمبر 2014ء میں اس مسجد کا نام مسجد ''نصرت'' رکھا۔ مسجد کا اندرونی حصہ مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ بڑے ہالز پر مشتمل ہے۔ لائبریری، دفاتر، کچن، احباب وخواتین کے لئے کھانے کی جگہ، ایک بڑا دالان اور ایک وسیع تہ خانہ بھی عمارت میں ہیں۔ بیرونی حصہ میں کاروں کی پارکنگ کے لئے وسیع جگہ ہے۔

مسجد کا باقاعدہ افتتاح 23 مئی 2015ء بروز ہفتہ ہوا۔ مکرم نسیم مہدی صاحب مبلغ انچارج امریکہ نے افتتاحی تقریب میں صدارت کی اور ماڈریٹر کے فرائض مکرم امجد محمود خان صاحب نے سرانجام دیئے۔ اس موقع پر مکرم ڈاکٹر محمد عبدالخالق صاحب صدر جماعت Minnesota نے خیر مقدمی ایڈریس پیش کیا جس میں آپ نے حاضرین کا تقریب میں شمولیت پر شکریہ ادا کیا اور جماعت احمدیہ کا تعارف اور جماعت احمدیہ Minnesota کی مختصر تاریخ پیش کی۔

بعد ازاں کانگریس مین Keith Ellison نے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کا نام میرے ذہن میں اس وقت آتا ہے جب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے۔ Minnesota میں مسجد نصرت کا قیام اس بات کو ظاہر کرے گا کہ جماعت احمدیہ کتنا اہم ہمسایہ ہے۔

اس اجلاس میں کئی معزز مہمانوں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا گیا۔

اختتامی تقریر میں مکرم نسیم مہدی صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ مسجد ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جہاں کہیں خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا جائے وہاں بلاتفریق مذہب سب اپنی عبادت بجا لاسکتے ہیں۔ مسجد نصرت بھی مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے کھلی ہے جو خدائے واحد کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔

دعا سے اس تقریب کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔ مختلف سیاسی و سماجی شعبوں سے تعلق رکھنے والے 200 افراد اس تقریب میں شامل ہوئے۔ مہمانوں کو قرآن کریم و جماعتی لٹریچر بطور تحفہ دیا گیا۔

تنزانیہ (مشرقی افریقہ)

تنزانیہ کے Ruvuma ریجن میں ریجنل جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

☆......نیک کردار کے لحاظ سے احمدیہ مسلم جماعت ایک پرامن اور مثالی جماعت ہے۔ (ضلعی کمشنر سونگیا)

تنزانیہ کے Ruvuma ریجن کا جلسہ سالانہ 28 تا 30 اگست 2015ء Suluti کے مقام پر منعقد ہوا جس میں اس ریجن کی مختلف جماعتوں سے افراد جماعت نے دلی ذوق و شوق کے ساتھ شرکت کی اور جلسہ کی برکات سے فیضیاب ہوئے۔ جماعتی روایات کے مطابق ان ایام میں باجماعت نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد درس کا اہتمام رہا۔ اسی طرح اس کے مختلف اجلاسات میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، توکل علی اللہ، برکات خلافت، جہاد، تعلق باللہ، علم کی اہمیت، دینی علوم کا حصول، عورتوں کے حقوق اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔

مکرم یوسف عثمان کامباولایا صاحب ریجنل مشنری Ruvuma کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق 28 اگست کو افتتاحی اجلاس میں ضلع Namtumbo کے ضلعی کمشنر Chande صاحب نے بھی شرکت کی اور حاضرین کو ایڈریس کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ آپ بہت ہی پُرامن لوگ ہیں۔ اور یہ مسلّمہ بات ہے کہ احمدی مسلمان جہاں کہیں رہتے ہیں وہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے کیونکہ آپ بہت ہی منظم لوگ ہیں۔ اور آپ لوگوں کے کردار کی وجہ سے ہی احمدیہ مسلم جماعت ایک پُرامن اور مثالی جماعت ہے۔ ان نیک اخلاق کو جاری رکھیں۔

مہمان خصوصی کو جماعتی کتب پر مشتمل تحفہ دیا گیا۔

29 اگست کو صبح کے اجلاس میں ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے نمائندے تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ دینی جلسہ بہت بابرکت جلسہ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو نیک اجر دے۔ مذہب اسلام امن سکھاتا ہے اور جماعت احمدیہ ایک پُرامن جماعت ہے۔ مَیں زنجبار سے آیا ہوں۔ آپ لوگ اچھا کام کر رہے ہیں اسے جاری رکھیں۔ انہیں بھی جماعتی کتب پر مشتمل تحفہ دیا گیا۔

29 اگست کی شام کو ایک تربیتی پروگرام رکھا گیا جس کی صدارت مکرم ریجنل پریذیڈنٹ صاحب نے کی۔ تنزانیہ کے دو مرکزی مبلغین سلسلہ مکرم ریاض احمد ڈوگر صاحب اور مکرم کریم الدین شمس صاحب نے اس اجلاس میں تربیتی موضوعات پر تقاریر کیں اور احباب جماعت کو فعال احمدی بننے اور عبادات کے قیام اور مالی قربانی میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جانے کی طرف توجہ دلائی۔

30 اگست بروز اتوار جلسہ کے آخری اجلاس کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ مختلف تقاریر کے بعد آخر پر ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم یوسف عثمان صاحب نے شاملین کا شکریہ ادا کیا۔ مکرم ریاض احمد ڈوگر صاحب نے اختتامی دعا کروائی اور اس طرح یہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

ڈنمارک

مجلس انصار اللہ ڈنمارک کے سالانہ اجتماع کا بابرکت انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصار اللہ ڈنمارک کو 19 ستمبر 2015ء اپنا سالانہ اجتماع بمقام مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن منعقد کرنے کی توفیق ملی۔

مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب مبلغ سلسلہ نا سکو ڈنمارک کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق افتتاحی اجلاس کی کارروائی مشن ہاؤس کی جدید تعمیر شدہ عمارت کے نصرت ہال میں منعقد کی گئی۔ مکرم محمد زکریا خان صاحب امیر و مبلغ انچارج ڈنمارک کے زیر صدارت پہلے اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع ڈینش ترجمہ سے ہوا۔ مکرم عمر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ ڈنمارک نے عہد دہرایا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے افتتاحی تقریر میں انصار کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے، اپنی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت کرنے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اطاعت کے ذریعہ وابستہ رہنے کی تلقین کی۔

اس اجتماع کے موقع پر مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

شام پانچ بجے اختتامی اجلاس اور تقسیم انعامات کی تقریب مکرم امیر صاحب ڈنمارک کی زیر صدارت ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد صدر مجلس انصار اللہ ڈنمارک نے سالانہ کارگزاری رپورٹ پیش کی اور انصار کو تعلیمی اور تربیتی پروگراموں میں بھرپور حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی۔ مکرم امیر صاحب نے انعامات تقسیم کئے اور اختتامی تقریر کی۔ دعا کے ساتھ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

فرنچ گیانا

شہر Cayenne کے مشہور ہوٹل Amazonia میں قرآن کریم اور جماعتی کتب کی نمائش کا کامیاب انعقاد

☆......افتتاحی تقریب میں کیتھولک چرچ کے بشپ کی شرکت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ فرنچ گیانا کو 16 تا 17 اکتوبر 2015ء کو شہر Cayenne کے مشہور ہوٹل Amazonia کے ایک ہال میں قرآن کریم اور جماعتی کتب کی نمائش لگانے کی توفیق ملی۔

مکرم صدیق احمد منور صاحب مبلغ انچارج گیانا کی مرسلہ رپورٹ کے مطابق 40 مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم اور جماعتی لٹریچر نمائش میں رکھے گئے۔ ہال میں ایک بڑی سکرین پر قرآن کریم کے معجزات سے متعلق 10 منٹ کی ایک معلوماتی ویڈیو بھی دکھائی جاتی رہی۔

نمائش کی افتتاحی تقریب کا آغاز 16 اکتوبر 2015ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ مکرم محمد بشارت صاحب مربی سلسلہ نے تلاوت قرآن کریم مع فرنچ ترجمہ پیش کی۔ اس کے بعد رومن کیتھولک چرچ فرنچ گیانا کے چیف بشپ مکرم Emanuel Lafond نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے اور اس پروگرام کے ذریعہ احمدیہ مسلم جماعت نے عوام کو موقع دیا ہے کہ وہ اپنی معلومات میں اضافہ کرسکیں۔

بعد ازاں Mr. Jacque Bethole صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ موصوف جج ہیں اور فرانس کے سب سے بڑے سول ایوارڈ کے حامل بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ احمدیت اسلام کی حقیقی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔ یہ دوست جلسہ سالانہ یوکے 2015ء میں بھی شامل ہوئے تھے۔

اس کے بعد فرنچ گیانا کی مسلم کمیونٹی کے صدر مکرم Lasana Keita نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم کی نمائش کا پروگرام یہاں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے اور یہ اعزاز جماعت احمدیہ کو حاصل ہوا ہے۔ افتتاحی تقریب کے آخر پر مکرم Ismael Didier Bruand صدر جماعت فرنچ گیانا نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ دعا کے بعد حاضرین کو نمائش وزٹ کرنے کی دعوت دی گئی۔ افتتاحی تقریب میں کُل 25 افراد شامل ہوئے۔

زائرین کو جماعتی لٹریچر پر مشتمل تحفہ بھی دیا گیا۔ بعض زائرین 60 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے نمائش کو وزٹ کرنے آئے۔ اور بعض نے قرآن کریم کے نسخے بھی خریدے۔

پریس میں بھی اس نمائش کو کوریج ملی۔ فرنچ گیانا کے واحد اخبار France Guyane نے اپنی 13 اکتوبر 2015ء کی اشاعت میں نمائش کے بارہ میں لکھا کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی قرآن کریم کے متعلق 16 تا 17 اکتوبر Amazonia ہوٹل میں ایک نمائش کا انعقاد کر رہی ہے۔ اس نمائش کو سب وزٹ کرسکتے ہیں۔ اس نمائش میں بینرز اور چارٹس کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم کو اجاگر کیا جائے گا۔

اسی اخبار نے 19 اکتوبر 2015ء کی اشاعت میں خبر دی کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی فرنچ گیانا نے ہوٹل Amazonia میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کی نمائش

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: خطبہ عید الاضحیٰ از صفحہ 20

بتاؤتم اس بارہ میں کیا کہتے ہو۔تو بیٹے نے بھی قربانی کے، اوراللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے اعلیٰ معیار قائم کرتے ہوئے کیا خوبصورت جواب دیا کہ اے میرے باپ تو وہی کر جس کا حکم ہے۔ جہاں تک میرا سوال ہے مَیں بھی تو تیری ذریّت طیبہ ہوں، تیری نسل ہوں۔ پاک اولاد ہوں۔مَیں بھی تو تیری اس تربیت کی وجہ سے جوتُو نے میری کی ہے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا اعلیٰ معیار قائم کرنے والا ہوں۔ پس میری طرف سے کوئی انکارنہیں۔ چُھری پکڑ اور میری گردن پر پھیر دے۔تُو دیکھے گا کہ میں صبر کا کیسا اعلیٰ نمونہ قائم کرتا ہوں۔ وہ مثال قائم کروں گا جو رہتی دنیا تک سنہری حروف میں لکھی جانے والی ہوگی۔لیکن خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں کو آزماتا تو ہے، ان کو امتحان میں توڈالتا ہے، ان سے قربانیاں بھی لیتا ہے تا کہ دنیا والوں کے سامنے بھی مثال قائم ہو۔کسی کی انگلی یہ کہہ کر نہ اٹھے کہ تمہیں کیا پتہ کہ قربانیاں کیا ہوتی ہیں۔لیکن یہ قربانیاں، یہ امتحان، یہ ابتلا ان کو اللہ تعالیٰ کے مزید قریب کر دیتے ہیں۔ان پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر پہلے سے زیادہ بڑھ کر پڑتی ہے۔ پس یہاں بھی جب خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ میرے دونوں بندے اس امتحان میں پڑنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو فوراً اپنے پیارے بندے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ’’بس تُو اپنی رؤیا پوری کر چکا۔‘‘ بیٹا بھی رؤیا پوری کر چکا۔نہ صرف پوری کر دی بلکہ اس کے اعلیٰ معیار قائم کر دیئے۔اب تم اس قابل ہو کہ بڑی سے بڑی قربانی پیش کر سکو۔ یہ چھری پھیرنے کی قربانی تو ایک وقت کی قربانی ہے، جس کے بدلے میں ظاہراً پورا کرنے کے لئے بھی ایک دنبے کو ذبح کر دو۔لیکن اس (قربانی) سے جو تم کر رہے ہو بہت بڑی قربانی ہے جو تم نے مستقل کرنی ہے اور ایک عرصے پر محیط ہے۔اور وہ قربانی تھی ایک بے آب وگیاہ جنگل میں، بیابان میں رہ کر ہر وقت کی قربانی دینا۔جنگل میں رہ کر ہر لمحے موت کا سامنا کرنا۔ پس یہ قربانی ہے جو تمہیں مقرب ترین بنا دے گی۔ جوش میں آکر موت کے منہ میں تو کئی لوگ کُود جاتے ہیں لیکن ہر وقت، ہر لمحہ موت کا سامنا کرنا اور ہر وقت کے جذبات کی قربانی ایک اعلیٰ معیار کو چاہتی ہے جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسماعیل نے کی تھی۔اور یوں قربانی کے وہ اعلیٰ معیار قائم کئے جس کی یاد میں حج بھی کیا جاتا ہے اور دنیا میں جس جگہ مسلمان بستے ہیں اور جن کو کوئی توفیق ہے وہ عیدالاضحیٰ منا کر جانوروں کی ظاہری قربانی بھی کرتے ہیں۔لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ظاہری قربانی کر دینا یا اس قربانی کا ذکر کر لینا یا سن لینا اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں بناتا۔

قرآن کریم نے تفصیل سے ہمیں اس عظیم قربانی کی یہ خبر دی جو ایک اندازے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً کوئی 27، 28 سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔گو کہ بائبل میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے لیکن قرآن کریم نے صحیح حقائق کے ساتھ اس عظیم قربانی کی خبر ہمیں دی۔پس یہ یاد رکھنے والی قربانی ہے۔ بہر حال میں یہ ذکر کر رہا تھا کہ یہ عظیم قربانی جو اس خاندان نے دی اس کی یاد کا حق ہم صرف سال کے سال عید منا کر یا جن کو توفیق ہے وہ حج پر جا کر، یا جانوروں کی قربانیاں کر کے ہی ادا نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لئے اللہ کے ان پیاروں کے دل میں جو تقویٰ تھا وہ ہمیں بھی پیدا کرنا ہوگا۔ بلکہ حضرت ہاجرہؑ کا دل بھی جو تقویٰ اور توکّل سے پُر تھا جنہوں نے توکّل کی عظیم الشان مثال قائم کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے یہ کہنے پر کہ ہاں اللہ کے حکم سے میں تمہیں اس بیابان میں چھوڑے جا رہا ہوں، جواب دیا تھا کہ ’’پھر ہمیں خدا ضائع نہیں کرے گا‘‘۔ یہ توکّل اور یہ تقویٰ بھی ہمیں پیدا کرنا ہوگا۔اور پھر ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ضائع نہیں کیا بلکہ اسی نسل میں سے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا جو خاتم الانبیاء کہلایا۔اور اب کوئی نہیں جو اس کا دامن پکڑے بغیر خدا تک پہنچ سکے۔اور پھر اس نبی نے بھی قربانی کے وہ اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور پہلوں سے بڑھ کر قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم فرمائے اور ایک تسلسل سے زندگی کے آخری لمحے تک قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم فرماتے چلے گئے۔تو یہ ذبحِ عظیم تھی جس کے نمونے دکھانے کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جان بھی بخشی گئی تھی اور جن کی نسل میں سے وہ عظیم قربانی کرنے والا پیدا ہوا اور یہی نہیں بلکہ آپ کی قوت قدسیہ سے آپ کے صحابہ میں بھی تسلسل سے قربانیاں کرتے چلے جانے کے معیار قائم ہوتے چلے گئے۔

آج ہم نبیوں کے اس سردار اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے ہمیں قربانی کی اس عید پر یہ جائزے لینے ہوں گے کہ صرف عید منانے کے لئے تو ہم عید نہیں منا رہے؟ صرف قربانیوں کا گوشت کھانے کے لئے تو ہم قربانیاں نہیں کر رہے، جانور ذبح کر رہے؟ کہیں اپنے بڑے اور امیر ہونے کے اظہار کے طور پر تو ہم قیمتی جانور نہیں خرید رہے؟ اگر یہ باتیں ہیں تو یہ عید وہ عید نہیں جس کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانیوں کے حوالے سے حکم فرمایا ہے۔ہم نے وہ عید کرنی ہے، ہم نے وہ قربانی دینی ہے جو اس عظیم قربانی کی یاد دلاتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنانے والی ہو۔اگر یہ عیدیں اور یہ قربانیاں تقویٰ سے دُور لے جانے والی ہیں تو ایسی قربانیوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔ اس کو اس سے غرض نہیں ہے کہ کس کا جانور بیس سیر گوشت والا ہے یا ایک من گوشت والا ہے یا کس کے جانور کی قیمت زیادہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے تو یہ دیکھنا ہے کہ اس قربانی کے پیچھے وہ جذبہ کتنا ہے، وہ خواہش کتنی ہے اور اس کے لئے دوسرے نیک اعمال بجالانے کی کوشش کتنی ہے جس سے پتہ چلے کہ اللہ کے اس بندے نے تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

پس ہر احمدی کو اس نظر سے اپنی عیدوں کا جائزہ لینا چاہئے ورنہ خدا تعالیٰ نے ان قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے صاف فرما دیا ہے کہ مجھ تک یہ مادّی چیزیں نہیں پہنچتیں۔ مجھ تک تمہارا تقویٰ پہنچے گا۔جیسا کہ فرماتا ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَادِمَائُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج: 22) کہ ہرگز نہ اللہ تک ان کے گوشت پہنچیں گے، نہ ان کے خون لیکن تمہارا تقویٰ ان تک پہنچے گا۔ پس یہ تقویٰ ہے جو ہر احمدی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اور جیسا کہ مَیں پہلے ذکر کر آیا ہوں یہ تقویٰ ہی تھا جس نے حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت ہاجرہ کو مسلسل قربانی کی طرف مائل رکھا جس کی وجہ سے وہ مسلسل قربانی دیتے چلے گئے۔

پس یہ سبق ہم میں سے ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے کہ ظاہر عمل اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کرتے بلکہ ہر عمل کے پیچھے جو روح ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قُرب دلاتی ہے۔اس لئے ہر عمل کے ساتھ اپنی نیتوں کو بھی صاف رکھنا ہوگا۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے‘‘۔

(صحیح البخاری کتاب بدءالوحی باب کیف کان بدءالوحی الی رسول اللہ ﷺ ......حدیث نمبر 1)

پس یہ عید بھی اور اس کی قربانیاں بھی ہمیں تقویٰ پر قدم مارنے کی طرف توجہ دلانے والی اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہونی چاہئیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں خالصتاً اپنے آگے جھکنے والا بنانا چاہتا ہے اور ہمارے سے ہر قسم کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہمارے سے اپنی عزیز ترین اشیاء کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اپنی جان، مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔مختلف جگہوں پر ہم یہ عہد بھی کرتے ہیں۔ یہ عہد اسی لئے احمدیت کے عہد میں شامل کیا گیا ہے۔تبھی ہم اس قربانی کی یاد کو زندہ بھی رکھ سکتے ہیں جو ایک تسلسل کے ساتھ لمبے عرصے تک کی جاتی رہی۔تبھی ہم ان قربانیوں کی یاد تازہ رکھ سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں۔اور پھر آپ کی قوت قدسیہ کی وجہ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کیں۔جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ وہ قربانیاں کوئی چھوٹی موٹی قربانیاں نہیں تھیں۔ان واقعات کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کس طرح تسلسل سے وہ قربانیاں کرتے چلے گئے لیکن اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔تبھی ہم ان قربانیوں کو زندہ رکھ سکتے ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی۔

اگر نمازوں اور عبادتوں میں سست ہیں تو ہماری یہ عید کی خوشیاں محض دنیاوی خوشیاں ہیں۔اگر ہم مالی قربانیاں نہیں کر رہے تو ہم اُس مغز کو حاصل کرنے والے نہیں ہیں، اس کی طرف توجہ نہیں کر رہے جس کے حصول کی خدا تعالیٰ ہمیں توجہ دلا رہا ہے۔ اگر ہم حقوق العباد ادا نہیں کر رہے اور معاشرے کے جو مختلف حقوق ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دے رہے تو ہماری عید بے فائدہ ہے۔ بچے ماں باپ کے حقوق ادا نہیں کر رہے۔میاں بیوی ایک دوسرے سے زیادتی کر رہے ہیں۔ بھائی بھائی سے بول چال بند کئے بیٹھے ہیں۔تو یہ سب تقویٰ سے دُور لے جانے والی باتیں ہیں۔ایسی صورت میں اگر کوئی (نماز) پڑھتا ہے تو نہ نمازیں خدا کے لئے ہیں، نہ دوسرے اعمال خدا کے لئے ہیں بلکہ سب دکھاوے ہیں۔ کیونکہ تقویٰ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے تمام حکموں پر چلنے کی کوشش کی جائے۔

پس ہر احمدی جو اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے منسوب کرتا ہے۔ وہ ان عیدوں کی برکات سے تبھی فائدہ اٹھا سکے گا جب وہ تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ہر عمل کو بجالائے گا۔اور جو اس طرح اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے عید قربانی منائے گا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری دی ہے جس کا ایک روایت میں ذکر آتا ہے کہ جب ایک سوال کرنے والے نے ایک سوال کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہیں۔عرض کیا یارسول اللہؐ! ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اُون کا کیا ہوگا؟ فرمایا: اُون کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔(سنن ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب ثواب الاضحیۃ حدیث نمبر 3127)

ایک اور روایت میں یوں بھی ہے کہ ’’قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا تعالیٰ کے حضور ایک درجہ پاتا ہے۔پس ان قربانیوں کے ذریعہ اپنے نفسوں کو خوشی پہنچاؤ‘‘۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب ثواب الاضحیۃ حدیث نمبر 3126)

اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ قربانیاں اگر تقویٰ کی روح کے ساتھ کی جائیں، اس سنت پر چلتے ہوئے کی جائیں جو حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے اور حضرت ابراہیم نے کسی نام ونمود کے لئے قربانیاں نہیں دی تھیں بلکہ تقویٰ سے پُر دل کے ساتھ کی تھیں۔اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ بس قربانی کر دی اور بخشے گئے۔جیسا کہ آجکل اکثر غیروں میں قربانیاں کرنے والے کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں اور قربانیوں پر ہزاروں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف تو بات نہیں کر سکتے تھے۔آپ پر تو یہ کتاب اتری تھی، آپ تو شارع تھے۔اس لئے اس حدیث کا مطلب یہی ہے

کہ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے اور دل میں سنت ابراہیمی کا احساس پیدا کرتے ہوئے جب تم یہ قربانیاں کر رہے ہوگے تو پھر اللہ تعالیٰ جو مختلف طریقوں سے اپنے بندے کو بخشنا چاہتا ہے وہ اُس کی اِس قربانی کے خون اور بال اور دوسرے اعضاء کے بدلے میں نیکیاں لکھ لیتا ہے۔ پس یہ جہاں ہمارے لئے خوشخبری ہے وہاں یہ ایک مومن پر ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ڈالتی ہے کہ وہ اعمال بھی بجا لاؤ جس کی وجہ سے یہ نیکیاں تمہارے نام لکھی جائیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں۔ چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئیں ہیں۔ لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَادِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج: 22) یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا، نہ خون پہنچتا ہے۔ مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے۔ یعنی اس سے اتنا ڈرو گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ کی میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے"۔ (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 99 حاشیہ)

پس اگر ہم اس طرح اپنے جائزے لینے لگ جائیں اگر ہم دیکھیں کہ کیا واقعی ہم خدا کی راہ میں ذبح ہونے کے لئے تیار ہیں۔ تو پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی تعلق میں ایک بات واقفینِ نَو کے بارے میں بھی کہنی چاہتا ہوں۔ اس کا تعلق والدین سے بھی ہے۔ اور ہوش کی عمر کو پہنچنے والے بچّے سے بھی ہے۔ والدین پیدائش سے پہلے اپنے بچوں کو وقف کے لئے پیش کرتے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں اور جب تک یہ سکیم ہے کرتے چلے جائیں گے انشاء اللہ۔ پس سب سے پہلے تو والدین اپنے رب کا شکرادا کریں کہ اس نے ان کے بچوں کے بہترین مستقبل کا ایک ذریعہ مہیا فرما دیا ہے۔ کیونکہ اُس سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں ہوسکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے سامان مہیا فرما دیا، چُن لیا۔ یہ پیشکش کرنے کے بعد والدین کو حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا بھی مستقل کرتے رہنا چاہئے کہ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصافات: 101)۔ اے میرے رب مجھے نیکوکار اولاد بخش۔ جن کی تو اولاد پیدا ہو کر وقفِ نو کی فوج میں شامل ہو چکی ہے مَیں امید کرتا ہوں کہ ان کی اکثریت نے یہ دعا اپنی اولاد کے لئے کی ہوگی۔ لیکن بہرحال جنہوں نے اب اپنے بچوں کو پیش کیا ہے اور کر رہے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں پیش کر رہے ہیں، وہ بھی اپنی ہونے والی اولاد کے لئے دعائیں کریں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک، صالح اولاد دے جو حقیقت میں وقف کے تقاضوں کو نبھانے والی ہو۔ پھر جن والدین کے بچے پیدا ہو چکے ہیں، بڑے ہو چکے ہیں، وہ بھی اپنی اولاد کے لئے مستقل یہ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس اولاد کو قرۃ العین بنائے۔ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ نیکیوں پر قدم مارنے والا بنائے۔ وقف کی روح کو نبھانے والا بنائے۔ ان کا شمار حقیقت میں ذریّت طیبہ میں ہو۔ وقت آنے پر جب ہوش کی عمر کو پہنچیں تو ان کا جواب بھی وہ ہو جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیا تھا۔ بعض اندازوں کے مطابق کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی جب انہوں نے اپنے والد کو جواب دیا تھا کہ سَتَجِدُنِىْ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (الصّافات: 103) تو واقفینِ نَو بچے بھی اس عمر کو پہنچ کر پورا فہم اور ادراک رکھنے والے ہوں کہ وقفِ نَو کیا چیز ہے؟ بعض والدین اس طرف پوری توجہ نہیں کرتے کیونکہ یہ فہم پیدا کرنا بھی والدین کا کام ہے۔ اور والدین یہ یاد رکھیں کہ ان کے اپنے تقویٰ کے معیار اچھے ہوں گے، ان کی اپنی حالت سنّت ابراہیمی کے مطابق ہوگی تو ان کو اسماعیل والا جواب ملے گا۔ اس لئے ذمہ داری صرف نظام جماعت کی نہیں ہے بلکہ بہت بڑی ذمہ داری والدین کی بھی ہے کہ وہ بچوں کی اُٹھان ایسی کریں کہ وہ بڑے ہو کر آسانی سے جماعتی مقاصد کو پورا کرنے کا ذریعہ بن سکیں۔ اس قابل ہو سکیں کہ خدمت دین کرنے والے ہوں اور ان والدین کو اپنے تقویٰ کے معیار بہتر کرنے سے یہ چیز حاصل ہوگی۔ ان کے اپنے تقویٰ کے معیار بہتر ہوں گے تو وقفِ نَو اولاد بھی بہتر ہوگی بلکہ دوسری اولاد بھی اس سے فائدہ اٹھا رہی ہوگی۔ پس والدین بھی اس قربانی کی روح کو سمجھیں۔ قربانی دینے کے لئے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تیار نہیں ہوئے تھے بلکہ حضرت ہاجرہ نے بھی قربانی دی تھی اور حضرت ابراہیم نے بھی قربانی دی تھی۔ اس لحاظ سے والدین کا بہت بڑا کام ہے۔

اگر ہر وہ گھر جہاں وقف نو کا بچہ ہے اپنی ذمہ داری کو سمجھے تو میرے نزدیک تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ جو آسمانی تحریک تھی یہ پورے معاشرے کو صاف کرنے والی تحریک ہے۔ یہ نہ سمجھ لیں کہ بچے کو پیش کر دیا اور اس بات پر فخر ہے کہ بس کافی ہوگیا۔ یہ جیسا کہ میں نے کہا ایک جاری عمل ہے۔ اس پر لگاتار اُس وقت تک ایک تسلسل کے ساتھ قربانیاں کرتے چلے جانے کی ضرورت ہے جب تک کہ بچہ جماعت کا ایک مفید وجود نہیں بن جاتا۔ ان بچوں کے ذہنوں میں بچپن سے یہ بات بٹھائیں کہ تم وقف ہو۔ اور سب سے پہلا کام تمہارا دین کی خدمت کرنا ہے۔ اس کے لئے تم دین کا علم حاصل کرو۔ تم نے مبلغ بننا ہے۔ اور اس لحاظ سے پھر وہ اپنے ذہنوں کو تیار بھی کریں گے اور پڑھائی بھی کریں گے۔ جو پڑھائی کے اس معیار تک نہیں پہنچتے وہ پھر معلّم بن جاتے ہیں۔ جس طرح بھی ان کی سلیکشن ہوتی ہے۔ بہرحال جماعت کو تربیت و تبلیغ کے میدان میں واقفینِ نَو بچوں کی بہت بڑی تعداد چاہئے تبھی ہم اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ پھر ڈاکٹرز ہیں۔ ٹیچرز ہیں۔ پھر دوسرے پیشے ہیں۔ لیکن زیادہ تعداد بہرحال ایسے واقفینِ نَو کی چاہئے جو دین کا علم سیکھنے والے ہوں۔ جامعہ میں جانے والے ہوں۔ باپ اور مائیں اگر بچپن سے ہی بچوں کے ذہنوں میں یہ ڈالیں گی تو پھر اکثر بچوں کے ذہن اس طرف مائل ہوں گے۔ اور پھر اس کے ساتھ جیسا کہ مَیں نے کہا تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ ان کے لئے دعائیں کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، مدد فرمائے گا انشاء اللہ۔ پھر واقفینِ نَو بچے بھی جو ہوش کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور جو اپنے والدین کے عہد کی تجدید خود ہوش کی عمر کو پہنچ کر رہے ہیں اپنے ذہن میں رکھیں کہ وقفِ نَو میں ہونا اُس وقت اُن کے لئے، اُن کے والدین کے لئے قابل فخر ہوگا جب وہ اس قربانی کے معیار کو سمجھیں گے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قائم فرمایا تھا۔ اور اس آزمائش (کے معیار) پر پورے اتریں گے جو انہوں نے قائم فرمایا تھا۔ وہ وقتی آزمائش نہیں تھی۔ وہ ایک مسلسل قربانی کی آزمائش تھی۔ پس ہوش کی عمر کو پہنچ کر آپ اپنے آپ کو دینی تعلیم کے لئے پیش کریں۔ اور اگر جامعہ کے اس معیار پر کسی وجہ سے پورے نہ اترتے ہوں تو پھر جماعتی نظام سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی لائن اختیار کریں جس کی جماعت کو ضرورت ہو جس سے جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ پس کسی کے جامعہ میں جانے کے لئے یہ تصور نہ ہو کہ تھوڑے نمبر آئے تو جامعہ میں جاؤں گا۔ اگر بہت اچھے نمبر آ گئے، ڈِسٹنکشن (Distinction) آ گئی تو پھر ڈاکٹر بنوں گا یا فلاں بنوں گا۔ آپ ان خوش قسمت بچوں میں سے ہیں جن کو ابتدا سے ہی مستقبل کی لائن اختیار کرنے کا پتہ لگ گیا ہے۔ ہمارے ان ملکوں میں بلکہ اور دنیا میں بھی بہت سارے بچے ہیں بڑے ہوشیار ہوتے ہیں لیکن آخر تک ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا لائن اختیار کریں گے۔ تو یہ تو بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو ایک لائن میسر آ گئی ہے۔ اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے بجائے اِدھر اُدھر جانے کے۔ پھر یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ کے لئے والدین کی دعائیں جماعت کی دعائیں اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل شامل حال ہے کیونکہ آپ نے اللہ کی خاطر زندگیاں قربان کرنے کا عہد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام واقفینِ نَو، ان کے والدین اور اسی طرح تمام واقفین زندگی اور جو خدمت کرنے والے ہیں، جو دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں انہیں سب کو اپنی قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو خدا تعالیٰ ان سے چاہتا ہے۔

اب مَیں ان اسیران کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں جو مختلف جگہوں پر خاص طور پر پاکستان میں بہت زیادہ اسیران صرف اس لئے جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر رہے ہیں۔ شہداء جو ہیں، شہدائے احمدیت ان کے خاندانوں کے لئے، ان کے بچوں کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو بھی قبول فرمائے اور ان کی آئندہ نسلوں کو بھی بہترین اجر عطا فرمائے۔ واقفین زندگی جو ہیں ان کے لئے دعا کریں۔ جو سلسلہ کی خدمت کرنے والے ہیں ان کے لئے دعا کریں۔

یہاں قادیان کے رہنے والے جو یہاں نئے آنے والے ہیں یا درویشوں کی اولاد ہیں وہ بھی یاد رکھیں کہ ان درویشوں نے بڑے تسلسل کے ساتھ بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کی قربانیوں کو زندہ رکھنے کے لئے اس بستی میں رہتے ہوئے اپنے تقویٰ کے معیار اونچے کریں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور اپنے اعمال کی نگرانی کریں۔ تمام دنیا کے رہنے والے جو یہ خطبہ سن رہے ہیں اس بستی کے ابتدائی درویشوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وہ درویش جو اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے اور قربانی کی مثالیں قائم کرتے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے۔ اور جو موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے۔ ان کی نسلوں کو بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس مسلسل ابتلا اور امتحان اور آزمائش سے نکالے۔ راستے صاف فرمائے۔ ان کے تقویٰ کے معیار کو بھی بڑھائے اور ان کی نیک تمناؤں اور دعاؤں کو قبول فرمائے۔ کئی لکھتے ہیں کہ آپ اتنے قریب آ گئے ہیں لیکن پھر بھی حالات کی وجہ سے ہم مل نہیں سکتے۔

پاکستان کے احمدیوں سے مَیں کہتا ہوں کہ آج آپ کے دل جذبات اور درد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان جذبات کو، اس درد کو آنسوؤں میں ڈھال کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں تا کہ اللہ تعالیٰ جلد یہ آزمائش اور جدائی کے دن ختم کر دے۔ بنگلہ دیش، انڈونیشیا اور اسی طرح ہندوستان کے بعض علاقوں میں احمدیوں پر کافی سختیاں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات بھی ختم کرے اور دشمن کے ہر شر اور شرارت سے محفوظ رکھے۔ اور ان کے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرتا چلا جائے۔ اور جلد وہ دن ہمیں دکھائے کہ ہم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا جھنڈا تمام دنیا پر گاڑنے والے ہوں (آمین)

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دعا کر لیں۔ دعا کے بعد فرمایا: تمام دنیا کے احمدیوں کو، آپ کو، سب کو عید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے عید بابرکت فرمائے۔

ملکہ برطانیہ الزبتھ ثانی کی اعزازات عطا کرنے یعنی (Investitures) کی تقاریب

(ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔ لندن)

ملکہ الزبتھ ثانی سال میں دو مرتبہ اعزازات کا اعلان کرتی ہیں۔ ایک تو سالِ نَو کے موقع پر اور پھر اپنی رسمی سالگرہ کے موقع پر جو سرکاری طور پر جون کے دوسرے ہفتہ کے روز منائی جاتی ہے۔ ملکہ معظّمہ کی تاریخ پیدائش تو 21 اپریل 1926ء ہے لیکن سرکاری طور پر اس کو جون میں منایا جاتا ہے۔ اعلانات کے بعد اعزازات دینے کی تقاریب ہوتی ہیں جسے Investiture کہتے ہیں۔ سال کے دوران 25 Investitures منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایڈنبرا سکاٹ لینڈ میں Holy rood house میں ہوتا ہے۔ باقی سارے بکنگھم پیلس لندن میں ہوتے ہیں۔ جب ملکہ خود Investiture کے لئے نہ آسکیں تو ان کی جگہ ان کے بیٹے پرنس چارلز یا شاہی خاندان کا کوئی اور فرد آجاتا ہے۔ ایک Investiture میں قریباً 120 لوگ اعزازات حاصل کرنے کے لئے شامل ہوتے ہیں۔

بکنگھم پیلس کا ذکر ہوا ہے۔ اس کے بارہ میں بھی کچھ بتا دینا دلچسپ ہوگا۔ لندن جو بھی سیر کے لئے آتا ہے وہ بکنگھم پیلس تو ضرور دیکھ کر جاتا ہے۔ لاکھوں لوگ ہر سال شاہی خاندان کی یہ رہائشگاہ دیکھنے آتے ہیں۔ خاص طور پر وہ پریڈ جب گارڈز بدلتے ہیں یعنی جب ایک دستہ دوسرے دستے کو ذمہ داری دے کر رخصت ہوتا ہے۔ ان کی یونیفارم اور پریڈ کا انداز ایک دلکش منظر ہوتا ہے۔ اس پیلس کی جو صورت آج نظر آتی ہے اس میں کافی ردّ و بدل ہوتا رہا ہے۔ اصل بلڈنگ کوئی خاص نہیں تھی۔ یہ 1703ء میں ڈیوک آف بکنگھم کی ذاتی رہائش کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس پر اس کا نام بکنگھم ہاؤس رکھا گیا تھا۔ یہ گھر جارج ثالث نے 1761ء میں اپنی بیگم ملکہ شارلٹ کی رہائش کے لئے خرید لیا۔ اس پر بکنگھم ہاؤس کے بجائے اس کا نام کوئینز ہاؤس رکھ دیا گیا۔ 1762ء میں ملکہ شارلٹ نے اپنی سہولت کے لئے اس مکان میں کافی تبدیلیاں کرائیں اور کثیر رقم خرچ کی جو تھی تو 73 ہزار پونڈ لیکن اس وقت کے حساب سے بڑی رقم تھی۔ پھر جب جارج ثالث کا بیٹا تخت پر آیا تو اس نے کوئینز ہاؤس کو وسیع کرنے کے لئے پارلیمنٹ کو تین چار لاکھ پونڈ منظور کرنے کے لئے کہا اور ایک آرکیٹیکٹ جان نیش کو کہا کہ وہ اس ہاؤس کو پیلس میں بدل دے جو شاہی خاندان کی رہائش کے لائق ہو۔ نیش نے کافی حصے گرا کر دوبارہ تعمیر کرائے اور صحن میں ایک ماربل آرچ بھی بنوائی۔ یہ ماربل آرچ اب پیلس کے باہر ہائیڈ پارک کارنر میں ہے۔ یہ منصوبہ 1826ء میں شروع ہوا اور اس پر لاپرواہی سے خرچ کیا گیا۔ 1829ء تک پانچ لاکھ پونڈ سے اوپر خرچ کیا جا چکا تھا۔ یہاں تک کہ نیش کو برطرف کر دیا گیا۔ اور چند سال تک یہ مکان خالی پڑا رہا۔ 1837ء میں جب ملکہ وکٹوریہ کا دور شروع ہوا تو اس نے دیکھا کہ جو عمارت بنائی گئی تھی اس میں بہت سی خامیاں ہیں اور وہ رہائش کے قابل نہیں چنانچہ ایک اور آرکیٹیکٹ رکھا گیا اور کافی ردّ و بدل کیا گیا۔ یہ سلسلہ جنگِ عظیم تک چلتا رہا۔ جنگ عظیم کے دوران 1940ء میں اس پیلس پر سات دفعہ بم گرائے گئے اور عبادت کے لئے اس میں جو چرچ بنایا تھا وہ تباہ کر دیا گیا۔

آج جو بکنگھم پیلس ہمارے سامنے ہے اس میں 775 کمرے ہیں۔ ان میں 19 کمرے شاہی رہائشگاہ کے لئے ہیں۔ 240 بیڈروم ہیں۔ 92 دفتر ہیں۔ 78 غسلخانے ہیں۔ ہر سال قریباً پچاس ہزار لوگ مختلف تقاریب کے لئے پیلس میں آتے ہیں۔ ویسے روزمرہ کے معمول میں اس پیلس میں ملکہ کے دفاتر چلتے ہیں۔ ملکہ کے خاوند پرنس فلپ کے الگ دفتر ہیں۔ گرمیوں کے موسم میں پیلس کی سیر کے لئے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور اس میں پیلس کی عمارت سے بڑھ کر ملکہ کی کشش ہے۔

Investitures کی تقاریب بکنگھم پیلس کے Ball روم میں ہوتی ہیں۔ ملکہ تقریب کے لئے دو افسروں کے ساتھ آتی ہیں۔ یہ طریق ملکہ وکٹوریہ نے 1876ء میں شروع کیا تھا۔ علاوہ ازیں سٹیج پر ملکہ کے پانچ باڈی گارڈ ہوتے ہیں۔ یہ طریق کنگ ہنری ہفتم کے زمانہ میں 1485ء میں شروع ہوا تھا۔ کنگ ہنری نے Bosworth Field کی فتح کے بعد اپنے لئے پانچ باڈی گارڈز کا دستہ مقرر کیا تھا اور یہ دستہ اب بھی پانچ باڈی گارڈز پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ چار افسر ملکہ کے ساتھ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اور وہ اعزاز لینے والوں اور ان کے مہمانوں کی نشستوں اور تقریب کے انتظامات کا خیال رکھتے ہیں۔ موسیقی کا انتظام بھی ہوتا ہے جو ملٹری کا ایک آرکیسٹرا پیش کرتا ہے۔ ملکہ کے آنے پر قومی ترانہ پیش کیا جاتا ہے اور پھر ایک افسر ملکہ کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر مائیک پر ہر ایک اعزاز کا باری باری اعلان کرتا ہے اور اعزاز حاصل کرنے والا ایک ساتھ والے دروازے سے بال روم کے اندر داخل ہو کر ملکہ کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے۔ مائیک پر یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ اعزاز کس وجہ سے دیا جا رہا ہے۔ ملکہ کے قریب کھڑے ایک اور افسر کے ہاتھ میں Velvet کا ایک تکیہ ہوتا ہے جس کے اوپر وہ تمغہ یا جو بھی اعزازی نشان ہو رکھ کر ملکہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ ساتھ ایک دوسرا سینئر افسر بھی ہوتا ہے جو چیک کرتا ہے کہ صحیح تمغہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ملکہ تمغہ لے کر اعزاز حاصل کرنے والے یا والی کو لگا دیتی یا پہنا دیتی ہے۔ ان لمحات کے دوران وہ بات بھی کرتی ہے اور بعض دفعہ یہ گفتگو تمغہ لگا دینے کے بعد بھی ایک دو منٹ کے لئے جاری رہتی ہے۔

جن کو نائٹ ہڈ (Knighthood) کا اعزاز ملتا ہے ان کے لئے ایک چھوٹا سا سٹول ہوتا ہے جس کے اوپر ایک خوبصورت ویلویٹ کا تکیہ ہوتا ہے۔ وہ اس کے اوپر دایاں گھٹنا رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملکہ ان کو اپنے Knights میں شامل کرنے کے لئے ایک تاریخی تلوار سے پہلے ان کے دائیں اور پھر بائیں کندھے کو چھوتی ہے۔ یہ تلوار ملکہ کے والد محترم کنگ جارج ششم کے استعمال میں تھی جب وہ بحیثیت ڈیوک آف یارک سکاٹس گارڈز کے کرنل تھے۔ اس طرح اعزازات دینے کی یہ کارروائی چلتی رہتی ہے۔

اعزازات مختلف آرڈرز کے تحت دیئے جاتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ معروف آرڈر۔ آرڈر آف دی برٹش ایمپائر ہے۔ اکثر لوگوں کو ممبر آف دی برٹش ایمپائر (MBE) کا اعزاز ملتا ہے۔ اس سے بڑھ کر افسر کا رتبہ ہے اور پھر کمانڈر کا اور اس آرڈر کا اعلیٰ ترین ایوارڈ KBE یعنی نائٹ کمانڈر ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نائٹ ہڈ کسی کو زندگی میں ایک ہی مرتبہ ملتا ہے۔ بعض اور بھی اعزازات ہیں جو مخصوص آرڈرز سے باہر ہیں۔ ان میں ملکہ کے سروس میڈل ہیں۔ جیسے پولیس میڈل، ریڈ کراس میڈل۔ اسی طرح بہادری اور شجاعت کے میڈل بھی ہیں۔ اگر کوئی اپنا میڈل حاصل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو میڈل اس کے ورثاء کو دے دیا جاتا ہے لیکن آرڈر کے تحت جو اعزازات دیئے جاتے ہیں جیسے ایم بی ای یا او بی ای وغیرہ

〈سر ڈاکٹر افتخار احمد ایاز〉

وہ وفات کی صورت میں ورثاء کو نہیں دیئے جاتے۔

ان اعزازات کی دفتری کارروائی کے لئے اور پھر اعزازات کی تقریب کے انتظامات کے لئے ایک الگ ڈیپارٹمنٹ ہے جو سارا سال انہی کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ اگر کوئی ملک سے باہر ہو اور ملکہ سے اعزاز حاصل کرنے کے لئے موجود نہ ہو سکے تو ملکہ کے نمائندے یعنی گورنر سے یہ اعزاز حاصل کر سکتا ہے یا پھر برٹش ایمبیسڈر سے لے سکتا ہے۔

شاہی اعزازات میں سب سے اعلیٰ برٹش ایمپائر کا آرڈر ہے۔ اس کے تحت برٹش فرمانروا کی طرف سے بہادری اور اولوالعزمی پر اعزازات دیئے جاتے ہیں۔ فوج میں خدمات کے علاوہ سول سوسائٹی کی خدمات یا سائنس یا ٹیکنالوجی میں خاص خدمات پر بھی اعزازات دیئے جاتے ہیں۔ برٹش ایمپائر کا آرڈر کنگ جارج پنجم نے 4 جون 1917ء کو جاری کیا تھا۔ اس کے تحت پانچ ملٹری اور سول اعزازات دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ ترین نائٹ کا اعزاز ہے۔ یہ اعزازات ایم بی ای سے شروع ہوتے ہیں۔ اس سے اوپر او بی ای ہے اور پھر سی بی ای اور پھر کے بی ای اور جی بی ای۔ نائٹ ہڈ کے ساتھ سر (SIR) کا خطاب ہے۔ عورتوں کو DAME کا خطاب دیا جاتا ہے۔ ان اعزازات کے لئے وزیر اعظم یا گورنرز کی طرف سے ملکہ کی خدمت میں سفارش پیش کی جاتی ہے۔

ایک سال میں ساری دنیا میں جہاں جہاں بھی ملکہ ہیڈ آف سٹیٹ ہے زیادہ سے زیادہ 845 نائٹ کمانڈرز بنائے جا سکتے ہیں۔ 858 او بی ای اور 1464 ایم بی ای لیکن عموماً تعداد کم ہی ہوتی ہے۔ جب سے اس آرڈر کا 1917ء میں آغاز ہوا تھا اب تک قریباً ایک لاکھ لوگوں کو اعزازات مل چکے ہیں لیکن ان میں نائٹ کا اعزاز ملنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

امسال 13 جون کو ملکہ کے برتھ ڈے کے موقع پر مجھے KBE کا یعنی نائٹ کمانڈر کا اعزاز دیا گیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احمدیت اور خلافت احمدیہ کی برکات کے باعث تھا۔ اس اعزاز کے ساتھ سر کا خطاب بھی ہے۔ اعزازات دیئے جانے کے لئے بکنگھم پیلس میں تقریب یعنی Investiture Ceremony کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مجھے اس کے لئے 10 نومبر 2015ء کو Investiture میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ اس کے لئے صبح دس بجے پیلس گئے۔ میرے ساتھ میری بیگم لیڈی امۃ الباسط اور دو بیٹیاں بشریٰ اور فرزانہ تھیں۔ پیلس میں داخل ہوتے ہی خوبصورت یونیفارم میں ملبوس گارڈز نے ہمارا استقبال کیا اور گارڈز مہمانوں کو الگ ہال میں لے گئے اور مجھے الگ ہال میں جہاں اعزاز حاصل کرنے والوں کے لئے Reception کا انتظام تھا۔ یہ ہال پیلس کے بال روم کے ساتھ تھا اور اس میں ایک دروازہ تھا جس میں سے بال روم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہاں اعزاز حاصل کرنے کی جو تقریب ہے اس کی تفصیل بتاتے ہیں اور ریہرسل بھی کرا دیتے ہیں۔ بال روم میں مہمانوں کے لئے قریباً 150 کرسیاں ہیں۔ سامنے سٹیج ہے جس پر ملکہ کھڑے ہو کر اعزازات دیتی ہے۔ اس تقریب میں KBE کا صرف ایک اعزاز تھا جو احمدیت کے اس ادنیٰ ترین خادم افتخار ایاز کے لئے تھا۔ آرڈر آف برٹش ایمپائر کا یہ اعلیٰ ترین ایوارڈ ہے۔ اس کے لئے ملکہ نے سب سے پہلے مجھے بلایا۔ بلانے کا طریق یہ ہے کہ ملکہ کے دائیں ہاتھ ایک افسر مائیک پر اعزاز اور اس کے حاصل کرنے والے کا نام پڑھ کر سناتا ہے اور اس پر اعزاز حاصل کرنے والا بال روم کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ جب میں بال روم کے اندر آیا تو میرے دل سے یہ آواز نکلی کہ یا اللہ میں تیرے مسیح کا ایک ادنیٰ غلام ہوں تو اس ملکہ اور اس کے خاندان کو مسیح الزمان کا نور عطا کر۔ پھر جب میں ملکہ کے پاس آیا تو وہاں ایک چھوٹا سا سٹول تھا جس کے اوپر ویلویٹ کا ایک خوبصورت تکیہ تھا اس پر دایاں گھٹنا ٹیک کر مجھے بیٹھنا تھا تا ملکہ اپنی روایتی تلوار سے پہلے میرے دائیں کندھے اور پھر بائیں کندھے کو چھو سکے۔ اس کے بعد میں ملکہ کے قریب اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ملکہ نے میرے گلے میں نائٹ ہڈ کا میڈل ربن کے ساتھ پہنایا اور پھر نائٹ کمانڈر کا بہت ہی خوبصورت ستارہ نما Insignia میرے کوٹ پر لگا دیا۔ پھر خود ہی کہنے لگیں تم پہلے بھی مجھ سے اعزاز لے چکے ہو (او بی ای کا اعزاز 1998ء میں دیا تھا) تم نے Realms کی بہت خدمت کی ہے۔ میں نے ملکہ کو برطانیہ کی سب سے زیادہ لمبا عرصہ فرمانروا رہنے پر مبارکباد دی۔ ان سے پہلے سب سے زیادہ لمبا عرصہ تخت پر رہنے والی ان کی دادی ملکہ وکٹوریہ تھیں اور 8 ستمبر 2015ء سے اب یہ ہیں۔ مبارکباد کے ساتھ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں کی برکتیں عطا کرے۔ مختصر سی گفتگو تھی۔ اس کے بعد ایک شاہی گارڈ نے مجھے ایک مخصوص جگہ پر بٹھا دیا۔ پھر دوسرے لوگوں کو اعزازات دیئے جانے کا سلسلہ جاری رہا اور یہ تقریب تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ پھر نیشنل اینتھم (National Anthem) ہوا اور ملکہ اپنے گورکھا محافظوں کے ساتھ واپس چلی گئیں۔

پیلس کے اندر تصویریں لینی منع ہیں لیکن ایک کمپنی کو اجازت ہے۔ انہوں نے پیلس کے اندر کیمرے لگائے ہوئے ہیں جو نظر نہیں آتے لیکن وہ سارا پروگرام وڈیو کرتے ہیں اور پھر ان سے یہ وڈیو خریدا جا سکتا ہے۔ پیلس کے باہر کورٹ یارڈ میں تصویریں لی جا سکتی ہیں اور کمرشل فوٹوگرافر بھی ہوتے ہیں جن سے تصویریں بنوائی جا سکتی ہیں۔ اعزاز ملنے کے بعد جب میں بال روم میں بیٹھا ہوا تھا تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور بہت دعا کی کہ یہ اعزاز جماعت کے لئے بہت بہت مبارک ہو اور پھر سارا وقت درود شریف پڑھنے میں گزارا۔

قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے کہ یہ اعزاز ہر لحاظ سے مبارک ہو۔ آمین

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں

احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2014ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر181)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ اکتوبر 2015ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے متعددواقعات میں سے بعض واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اسیران کی رہائی اور شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔آمین

....

خوشاب میں احمدیہ مسجد کوسِیل کر دیا گیا

چک نمبر 2/TDA، ضلع خوشاب: 28/ اکتوبر 2015ء: یہاں کے ضلعی کوآرڈینیٹر آفیسر کے حکم پر ضلع خوشاب کے گاؤں چک نمبر 2/TDA میں عرصہ دراز سے قائم ایک احمدیہ مسجد کوسِیل کر دیا گیا۔

تفصیلات کے مطابق 10/نومبر 2000ء کے روز ملاّں اطہر حسین شاہ کی سرکردگی میں ایک مشتعل ہجوم نے ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں تخت ہزارہ میں احمدیہ مسجد پر حملہ کرکے پانچ احمدیوں کوشہید کر دیا تھا۔اس واقعہ میں مسجد کوبھی شہید کر دیا گیا تھا۔اس کے بعد بجائے اس کے کہ مجرموں کوقرار واقعی سزا دی جاتی چار احمدیوں کو ہی پکڑ کر انہیں پانچ سال قید کی سزا سنا دی گئی۔اس 'معرکے' کے بعد یہ ملاّں تخت ہزارہ سے قائد آباد ضلع خوشاب منتقل ہو گیا جہاں اس نے اپنی مخالفانہ سرگرمیاں جاری رکھیں۔

اکتوبر 2010ء میں اس ملاّں نے خوشاب کے سیشن کورٹ میں یہ درخواست دائر کی کہ چک نمبر 2/TDA میں واقع احمدیہ مسجد 'مسلمانوں' کی ملکیت ہے۔اس لئے اسے احمدیوں سے لے کر 'مسلمانوں' کے سپرد کر دیا جائے۔29/نومبر 2012ء کے روز ایک جج نے اس بنیاد پر کہ درخواست دہندہ مقامی باشندہ نہیں ہے اس درخواست کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے خارج کر دیا۔اس موقع پر اس مسجد پر احمدیوں کے مالکانہ حقوق بھی باقاعدہ طور پر تسلیم کیے گئے۔

اس ملاّں نے اس فیصلہ کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔اس نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ 'مسجد' صرف ایک مسلمان کی ملکیت ہوسکتی ہے۔یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ احمدی اس سے قبل ہی سرکاری کاغذات میں اس مسجد کا نام 'بیت الذکر' تبدیل کروا چکے تھے۔باوجود ان حقائق کا علم رکھتے ہوئے کہ یہ مسجد جماعتِ احمدیہ نے 1955ء میں تعمیر کروائی تھی اور اس وقت سے ہی یہ جماعت کی ملکیت میں رہی 'عدالتِ عالیہ' نے سیشن کورٹ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ملاّں کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔ہائیکورٹ کے فیصلہ میں یہ لکھا گیا کہ مسجد تو مسلمانوں کی ہوسکتی ہے۔نیز یہ کہ علاقہ کا ڈی سی او فریقین کے مؤقف کو سن کر فیصلہ کرے۔

ڈی سی او خوشاب جس کا نام ضیاء الرحمٰن بتایا جاتا ہے جمعیت علمائے (فضل الرحمٰن گروپ) سے تعلق رکھنے والے ملاّں فضل الرحمٰن کا بھائی اور احمدیوں کا شدید مخالف ہے۔اس نے 23/ستمبر 2015ء کو ایک تحصیلدار کو حکم دیا کہ وہ معاملہ کی تفتیش کرے۔

تحصیلدار نے تفتیشی کارروائی کے دوران کسی احمدی کو نہ بلوایا اور نہ ہی کسی سے اس کا مؤقف حاصل کیا گیا۔اس نے فریقِ ثانی یعنی ملاّں کی پارٹی سے بیانات لے کر 'مسلمانوں' کے حق میں ایک رپورٹ تیار کر کے ڈی سی او کو پیش کر دی۔اس پر ڈی سی او نے حکم صادر کر دیا کہ مسجد اور اس سے ملحقہ رہائشی کوارٹرز الغرض پورے کمپلیکس کو احمدیوں سے خالی کروا کر 'مسلمانوں' کے حوالہ کر دیا جائے۔

احمدیوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے فوری طور پر ضابطہ پر عملدرآمد کرتے ہوئے ایڈیشنل کمشنر ریونیو سرگودھا کی عدالت میں ڈی سی او کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کر دی۔کمشنر نے اس پر ایک حکمِ امتناعی جاری کرتے ہوئے فریقین کو 21/نومبر کے روز عدالت میں طلب کر لیا۔

28/ اکتوبر کے روز ایک اسسٹنٹ کمشنر پولیس فورس کی معیت میں اس گاؤں آیا۔اس نے عندیہ دیا کہ اس کے پاس ڈی سی او کی طرف سے جاری کردہ احمدیہ مسجد کوسِیل کر دینے کا ایک پروانہ ہے۔اسے مذکورہ بالا حکمِ امتناعی دکھایا گیا تو اس نے ڈی سی او سے رابطہ کیا جس پر ڈی سی او نے اسے کہا کہ مسجد کو بہر صورت سِیل کر دیا جائے۔جس پر اسسٹنٹ کمشنر نے معزز عدالت کی جانب سے جاری شدہ حکمِ امتناعی موجود ہونے کے باوجود مسجد کوسِیل کر دیا۔

....

احمدی کا اغوا

ہزارہ، صوبہ خیبر پختونخواہ: 5/ اکتوبر 2015ء: یہاں کے رہائشی ایک احمدی عبدالعزیز بشیر کوان کے گھر کے سامنے سے 5/ اکتوبر کو اغوا کیا گیا۔عبدالعزیز یہاں پر مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد ہیں اور میڈیکل کالج میں آخری سال کے طالبعلم ہیں۔

تفصیلات کے مطابق ان کے اغوا کاروں کی تعداد چھ بتلائی جاتی ہے جن میں چار افغانی جبکہ دیگر دو کے بارہ میں کہا جا رہا ہے کہ وہ مقامی زبان بولتے تھے۔انہوں نے عبدالعزیز کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ان کے ہاتھوں کو پیچھے سے باندھا اور ایک نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔وہاں پر اغوا کاروں نے دکھی انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے اس معصوم احمدی کو بیلٹوں، ڈنڈوں اور لوہے کے مکّوں سے تشدّد کا نشانہ بنایا۔تشدّد کے دوران وہ انہیں 'قادیانی' اور 'کافر' کہتے۔عبدالعزیز نے ان کے سامنے کلمہ طیّبہ اور نماز سنا کر اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت بھی دیا لیکن اغوا کار غالبًا بات کو سننا نہیں چاہتے تھے۔

عبدالعزیز کو اس وقت فرار کا موقعہ ملا جب اغوا کار ان کو آگے سپرد کرنے کے لئے کسی دوسری 'پارٹی' کے منتظر تھے۔چنانچہ عبدالعزیز اغوا کاروں کے چنگل سے فرار ہوئے اور ایک اونچی جگہ سے چھلانگ لگا کر ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں کھیت میں کچھ لوگ موجود تھے۔ان کے مدد کے لئے پکارنے پر لوگ اکٹھے ہو گئے۔اغوا کار معاملہ کو خراب ہوتا دیکھ کر وہاں سے فرار ہو گئے۔عبدالعزیز نے ٹیلی فون پر اپنے بھائی سے رابطہ کیا جو کہ کچھ لوگوں کے ہمراہ فوری طور پر وہاں پہنچے اور انہیں بخیریت گھر لے گئے۔اس واقعہ کی رپورٹ پولیس کو درج کروادی گئی ہے۔

....

احمدیوں پر ظلم کی نہ ختم ہونے والی داستان

'اسلامی' جمہوریہ پاکستان میں بے گناہ اور معصوم احمدیوں کو ستانا اور ان کو تکالیف پہنچانا کوئی نئی بات نہیں۔اہلِ وفا کی یہ داستانیں بعض اوقات سالوں رقم ہوتی ہیں۔متعدّد ایسے واقعات میں سے کہ جن میں احمدیوں کو سالہاسال تک 'احمدی' ہونے کی پاداش میں تکالیف سہنی پڑتی ہیں صرف دو واقعات مثال کے طور پر درج ہیں۔یاد رہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر احمدی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کی وجہ سے تکالیف پہنچائی جاتی ہیں اس امر کو بذاتِ خود ایک سعادت سمجھتا ہے۔

مانگٹ اونچا، ضلع حافظ آباد؛ اکتوبر 2015ء: یہاں کے رہائشی تین احمدیوں کے خلاف تعزیراتِ پاکستان دفعہ 259-B کے تحت جھوٹے طور پر 18/دسمبر 2004ء کو ایک سراسر جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ان احمدیوں میں چوہدری شہادت علی، حفیظ الرحمٰن اور مسرور احمد شامل ہیں۔

☆ 12/دسمبر 2005ء کے روز سیشن کورٹ کے ایک جج نے مسرور احمد کو عمر قید کی سزا سناتے ہوئے دیگر دو ملزمان کو بری قرار دے دیا۔

☆ اپیل کرنے پر لاہور ہائی کورٹ نے مسرور احمد کو 30/مئی 2007ء کے روز ضمانت پر رہا کر دیا۔

☆ مخالف پارٹی نے ہائی کورٹ کے اس فیصلہ پر اپیل کی تو آٹھ سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد مئی 2015ء میں اس کیس کو نئے سرے سے سننے کا فیصلہ کیا گیا۔

☆ 21/ اکتوبر 2015ء کو ہائی کورٹ نے مسرور احمد کی ضمانت کو منسوخ کرتے ہوئے انہیں دوبارہ گرفتار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

گزشتہ گیارہ سال سے مسرور احمد ایک بے بنیاد مقدمہ کی پاداش میں ذہنی اور جسمانی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ ایک احمدی مسلمان ہیں۔

حویلی مجوکہ، ضلع سرگودھا؛ اکتوبر 2015ء: یہاں کے رہائشی تین احمدیوں محمد قاسم مجوکہ، مظاہر احمد اور احمد یار کو 8/ اکتوبر 2010ء کے روز تعزیراتِ پاکستان دفعات 295-C اور 298-C کے تحت جھوٹے طور پر ایک مقدمہ میں ملوّث کیا گیا۔

☆ ابتدائی تفتیش کے بعد پولیس نے دفعہ 295-C ان کی چارج شیٹ سے خارج کر کے معاملہ کورٹ میں پیش کر دیا۔اس پر 14/ اکتوبر 2010ء کے روز سیشن کورٹ نے محمد قاسم مجوکہ اور مظاہر احمد کی ضمانت ضبط کرتے ہوئے انہیں جیل بھجوا دیا جبکہ احمد یار کو بری قرار دے دیا گیا۔

☆ 24/نومبر 2010ء کو ان دو اسیرانِ راہِ مولیٰ کو بھی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

☆ مورخہ 10/فروری 2014ء کے روز عدالتِ عالیہ نے محمد قاسم مجوکہ کو امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کے تحت دو سال قید جبکہ تیس ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔بعد ازاں 15/فروری 2010ء کو ان کی ضمانت لے لی گئی اور انہیں رہا کر دیا گیا۔

☆ 22/ اکتوبر 2015ء کے روز اس مقدمہ کی پیشی ایک عدالت میں ہوئی۔اس وقت احمدیوں نے محمد قاسم مجوکہ کو دی جانے والی دو سال قید کی سزا کے خلاف اپیل کر رکھی تھی جبکہ مخالف پارٹی کا اصرار تھا کہ اس معاملہ میں چند سال قبل ہٹائی جانے والی 'گستاخیِ رسول' کی دفعہ (295-C) کو دوبارہ شامل کیا جائے۔اس موقعہ پر عدالت نے محمد قاسم کی ضمانت کو ضبط کرتے ہوئے انہیں جیل بھجوا دیا۔

اس طرح گزشتہ چھ سال سے محمد قاسم ایک جھوٹے مقدمہ کی پاداش میں ذہنی وجسمانی اذیّت سے گزر رہے ہیں۔

....

ربوہ میں ختمِ نبوّت کانفرنس

ربوہ (چناب نگر)؛ 30-29 اکتوبر 2015ء: مورخہ 29 اور 30/ اکتوبر کے روز غیر احمدی ملاّں کو ربوہ میں ایک اشتعال انگیز کانفرنس کرنے کی انتظامیہ سے اجازت اور بھرپور تعاون ملنے پر ملاّں نے کانفرنس کی۔یاد رہے کہ ربوہ شہر احمدیوں کا مرکز ہے اور یہاں کی پچانوے فیصد آبادی پُرامن، محبِ وطن اور سچے احمدی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔احمدی مسلمان جب اسی شہر میں اپنا جلسہ سالانہ کرنے کی اجازت مانگتے ہیں تو اسی انتظامیہ کی طرف سے اس درخواست کا جواب بھی احمدیوں کو بھجوانا گوارا نہیں کیا جاتا۔جبکہ احمدیوں کے اس جلسہ سے پُرامن، ایمان افروز اور ازدیادِ ایمان پر مشتمل تقاریر سے فائدہ اٹھانے اور ایک دوسرے سے محبت اور اخوّت میں بڑھنے کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہوتا۔

ہمیشہ کی طرح اس مبیّنہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے شرکاء کو بیرون از ربوہ سے لایا گیا۔ان شرکاء میں بھی اکثریت مدرسوں کے طلباء کی ہوتی ہے جنہیں ٹرالیوں، ٹرکوں اور دیگر ذرائع سے ان دنوں ربوہ لایا جاتا ہے۔ایسی کانفرنسوں کے انعقاد سے ربوہ شہر کے پُرامن باسیوں کی زندگی کافی تناؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔خرید و فروخت کے لئے دکانیں بند رہتی ہیں، بچے سکولوں میں نہیں جا پاتے جبکہ خواتین گھروں میں محصور ہو جاتی ہیں۔دوسری جانب ملاّں کے پروردہ ربوہ شہر میں دندناتے پھرتے ہیں، کوئی بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی کسی دفتر میں۔الغرض ان کا ربوہ میں ہونا ربوہ شہر کے سکون کو کچھ دنوں کے لئے برباد کر دیتا ہے۔

اس کانفرنس کی اشتہاری مہم اخبارات و رسائل و پوسٹرز کے ذریعے کچھ عرصہ پہلے سے ہی شروع کر دی جاتی ہے۔جبکہ کانفرنس کے بعد پریس ریلیز جاری کی جاتی ہے جسے تقریبًا تمام اردو اخبارات شائع کرتے ہیں۔ذیل میں درج کی جانے والی رپورٹ روزنامہ اوصاف اور روزنامہ پاکستان کی 30/ اکتوبر جبکہ روزنامہ خبریں کی 31/ اکتوبر کی اشاعتوں میں شائع ہونے والی خبروں سے اخذ کی گئی ہے۔

اخبارات کے مطابق اس موقعہ پر دوصد پولیس اہلکار ڈیوٹی پر موجود رہے مزید برآں سادہ کپڑوں میں ملبوس سیکیورٹی اہلکار بھی تھے۔جبکہ مورچہ بند رضا کاران کے علاوہ تھے جو کہ عبدالرؤف آف مانسہرہ اور غلام فرید آف فیصل آباد کے زیرِ نگرانی ڈیوٹی کر رہے تھے۔عوام میں اشتعال پیدا کرنے والی کتب مثلاً ''تحفہ قادیانیت'' اور اینٹی احمدیہ لٹریچر کھلے عام فروخت کیا جاتا رہا۔چنیوٹ، سرگودھا، جھنگ اور فیصل آباد سے 'مجاہدین تحریک ختم نبوّت' موٹر سائیکلوں پر جتھوں کی شکل میں اپنے اپنے شہروں سے یہاں پہنچے۔اسلام آباد میں کروائے جانے والے ختمِ نبوّت کورس میں شامل لوگوں میں سے ایک وفد بھی یہاں پر آیا۔یہ لوگ ربوہ کی پر امن اور بے مثال فضا میں نفرت انگیز نعرے (جو کہ یہاں درج کرنا بھی مناسب نہیں) لگاتے ہوئے شہر میں داخل ہوتے رہے۔

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

وقف جدید۔ایک لازوال تحریک

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 25 جولائی 2011ء میں مکرم واحداللہ جاوید صاحب کے قلم سے وقف جدید کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

9 جولائی 1957ء کی عیدالاضحیٰ احمدیوں کے لئے ایک نئی شان سے آئی جب خطبۂ عید میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نئے نظام ’’وقف جدید‘‘ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا: ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقش قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں، وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہوچکا ہے۔

فرمایا: دیکھو ہمت والے لوگوں نے پچھلے زمانے میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ یہ دیوبند ایسے ہی لوگوں کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ کی ہدایت کے ماتحت یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا تھا اور آج سارا ہندوستان ان کے علم سے منور ہورہا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 27 دسمبر 1957ء کو جلسہ سالانہ کے دوسرے روز وقف جدید کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اس وقف سے غرض یہ ہے کہ پشاور سے لے کر کراچی تک ہمارے مبلغین کا جال پھیلا دیا جائے اور دس دس پندرہ پندرہ میل پر ہمارا معلم موجود ہو اور اس نے مدرسہ جاری کیا ہوا ہو یا دکان کھولی ہوئی ہو اور وہ سارا سال اس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر قرآن وحدیث پڑھانے کا کام کرتا رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اورنگزیب عالمگیر کو اس کے ایک مصاحب نے ڈرتے ڈرتے اطلاع دی کہ بادشاہی مسجد کا کچھ حصہ جل گیا ہے۔ یہ سن کر اورنگزیب بہت خوش ہوا اور سجدہ میں گر کر خدا کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعمیر میں حصہ ڈالنے کی سعادت بخشی ہے۔ اورنگ زیب نے بتایا کہ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ کس طرح مسجد کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالوں جبکہ مسجد مکمل ہے اور مزید تعمیر کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے موقع فراہم کردیا ہے کہ اس کارخیر میں شریک ہوسکوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں اور ہر شہر میں اور وہاں کی ہر مسجد میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہئے اور اس کے لئے بہرحال جماعت کو مالی قربانیاں کرنی پڑیں گی ...... اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی تاکہ اس کے لئے پیش کریں، وقف بھی کریں۔ لیکن یہ سب ایسے ہونے چاہئیں کہ جو تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہوں۔ صرف آدمی نہیں ہم نے بٹھانے بلکہ تقویٰ پر قائم آدمیوں کی ضرورت ہے۔‘‘

اس وقت 300 سے زائد معلمین وقف جدید کے ماتحت خدمت دین کر رہے ہیں۔ ان واقفین زندگی کی قربانیاں، کوششیں اور تکالیف ازدیاد ایمان کا باعث بن رہی ہیں۔ مثلاً ایک معلم صاحب نے بتایا کہ اُن کی پہلی تقرّری نگرپارکر میں تھی۔ وہاں کے حالات ایک ایسی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں کہ اس ترقی یافتہ دَور میں تصور بھی ناممکن ہے۔ ایک جھونپڑی میں رہائش تھی۔ پانی کا وجود کوسوں دور تھا۔ ایک گھڑے پانی کے لئے تقریباً 20 کلومیٹر سفر کرنا پڑتا تھا۔ گویا نصف سے زائد دن پانی کے حصول میں صَرف ہوتا تھا۔ موصوف تمام راہ لوگوں کو ملتے، سلام کرتے اور اللہ کا پیغام دیتے اور اس طرح پانی لے کر واپس آجاتے۔ رات کو اللہ کے حضور پیش ہوجاتے اور گریہ وزاری کرتے۔ وہاں ہندوؤں کی آبادی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ یہ احمدی ہے اور ہمارا دھرم بھرشٹ کرنے آیا ہے۔ لہٰذا اس سے الگ تھلگ ہی رہو؟ معلم صاحب پریشان تھے کہ کوئی بھی تو پاس نہیں آتا۔ بات سننا تو درکنار دیکھ کر ہی رستہ بدل جاتے ہیں۔ رات کو جو آہ وزاری کرتے تھے اس کو سن کر ایک شخص آ ہی گیا اور معلم صاحب سے پوچھا ’’بیٹا! تمہیں گھر یاد آتا ہے؟ ’نہیں‘ معلم صاحب نے جواب دیا۔ پھر تمہیں یار دوست یاد آتے ہیں؟ ’نہیں‘۔ اچھا تو گاؤں یاد آتا ہے؟ اس کا بھی نفی میں جواب سن کر وہ شخص جھنجلا گیا اور پوچھا کہ پھر تم رات بھر رُریاں کیوں نکالتے ہو؟ یعنی رات رات بھر روتے کیوں ہو۔ معلّم صاحب نے بڑی مشکل سے اس آدمی کو یقین دلایا کہ یہ سارا رونا دھونا ان کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیں اور جنت میں جائیں دوزخ سے بچ جائیں۔ جب اُس شخص کو آپ کی بات کا یقین آگیا تو گھر گیا اور دودھ کا ایک گلاس آپ کے لئے لایا۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا۔ آج خدا کے فضل سے ایک بڑی جماعت وہاں قائم ہے۔ اور وہاں سے معلمین اور مربیان تیار ہوکر دیگر مقامات کے لئے جارہے ہیں۔

ایک اور معلّم صاحب نے بتایا کہ جب وہ نگرپارکر گئے ہیں تو کچھ خوف سا محسوس ہوا کہ ہر طرف سانپ اور بچھو پھر رہے ہیں، زندگی کیسے گزرے گی؟ چارپائی سے اترنے کو دل نہیں کرتا تھا۔ انہوں نے ایک وقت میں پانچ پانچ بچھو بھی دیکھے۔ آخرکار سوچا کہ مَیں خدا کی خاطر وقف ہوں اگر ڈرتا رہا تو کام کیسے کروں گا؟ دل کو مضبوط کیا کہ اگر موت مقدّر ہے تو قبول ہے۔ ایسی جگہ پر جائے نماز بچھایا جہاں یہ سانپ بچھو کثرت سے نظر آیا کرتے تھے۔ جہاں خطرہ تھا، گھاس بھی بڑی بڑی تھی۔ وہاں نوافل پڑھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا حوصلہ دیا کہ دل سے خیال تک نکل گیا کہ یہاں سانپ اور بچھو ہوتے ہیں۔

پس آج وقف جدید کے واقفین زندگی کی کوششوں سے روحانی ویرانے آباد ہورہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 28 جولائی 2011ء میں محترمہ تزئین احمد صاحبہ کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ (مکرم پروفیسر راجا نصراللہ خانصاحب کے قلم سے) شامل اشاعت ہے۔ یہ مضمون ’’احمدیہ گزٹ‘‘ امریکہ جون و جولائی 2003ء میں شائع ہوا تھا جو حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے حوالہ سے ایک خصوصی اشاعت تھی۔

مضمون نگار رقمطراز ہیں کہ میرے خسر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو ہمیشہ میرے دل میں ایک خاص مقام حاصل رہے گا۔ میری دعا ہے کہ وہ ساری اچھی باتیں جو میں نے آپ سے کئی سالوں میں سیکھیں انہیں اپنی زندگی اور اپنے بچوں کی زندگیوں کا حصہ بنالوں۔

جب حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت خاندان میں میرا رشتہ ہوا تو وہاں پر میرے لئے بہت سے نئے چہرے اور بہت سی نئی باتیں تھیں جن کے ساتھ مجھے مطابقت کرنا تھی۔ مَیں زیادہ اردو نہیں بول سکتی تھی۔ کیونکہ مَیں امریکہ میں پلی بڑھی تھی اس لئے مجھے زیادہ تر انگریزی زبان ہی آتی تھی۔ جب بھی آپ بات کررہے ہوتے تو اس چیز کو یقینی بناتے کہ میں آپ کی بات سمجھ گئی ہوں خواہ ساری بات آپ کو دوبارہ انگریزی میں بتانا پڑتی۔ اس طرح ماہ وسال گزرنے کے ساتھ ساتھ میری اردو بہتر ہوتی گئی لیکن اس کے باوجود اگر آپ خیال کرتے کہ ممکن ہے میں کسی بات کو سمجھ نہیں پائی تو میرے لئے دوبارہ اس کا انگریزی میں ترجمہ کردیتے۔

آپ دانشمندی، عاجزی، رحمدلی، دیانت وصداقت اور محبت، سب صفات پر مشتمل حیرت انگیز شخصیت تھے۔ آپ کی فراست اور دانش مجھے ہمیشہ حیرت میں ڈال دیتی۔ کسی صورت حال کا تجزیہ کرنے، اس کے مثبت اور منفی پہلو پر نظر رکھنے، اس کے دُوررس اثرات اور اس کی باریکیوں کو بھانپ لینے کی آپ کی صلاحیت حیرت انگیز تھی۔ لیکن اپنے علم اور تجربہ کے باوجود آپ ہمیشہ کھلے دل سے دیگر احباب کے مشوروں اور جائزوں پر دھیان دیتے۔

عجز وانکسار آپ کی شخصیت کا مرکزی نقطہ تھا۔ انتہائی منکسر المزاج شخص تھے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے تھے اور اپنے طور پر زبردست صاحبِ اثر ورسوخ تھے لیکن جب آپ لوگوں سے معاملہ کرتے، خواہ وہ امیر لوگ ہوتے یا غریب لوگ، وہ مرد یا عورتیں یا بچے ہوتے آپ اُن سب کے ساتھ انتہائی فروتنی اور بردباری سے پیش آتے۔ آپ کسی کو یہ محسوس نہ ہونے دیتے کہ وہ کسی لحاظ سے کم اہمیت کا حامل ہے۔ کسی قسم کا تصنّع نہ کرتے۔ آپ سراسر حقیقت پسند اور تقویٰ کی دولت سے مالامال شخصیت تھے۔

آپ اکثر ہمیں یہ بات سناتے کہ جب آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے گھر میں کوئی ایسی (شان وشوکت والی) چیز نہ رکھو جو کسی غریب آدمی کو مرعوب کردے اور آپ کے پاس مدد کے لئے آنے میں حائل ہوجائے۔

آپ کی دانشمندی اور فروتنی کی صفات کو غمگساری کے وصف نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ جماعت اور اس کے کارکنان کے لئے آپ کی دردمندی، نیز اپنے دوستوں اور اپنے اہلِ خانہ کے لئے غمگساری قابل رشک تھی۔ آپ دوسروں کو ذرا سی بھی تکلیف دینے سے بہت پریشان ہوجاتے تھے لیکن اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں تھی کہ دوسروں کی مدد کرنے کے لئے آپ خود کتنی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ کسی قریبی عزیز کی بیماری میں اُس کا غیرمعمولی خیال رکھتے اور پسندیدہ غذا، دوائیں اور دیگر ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کے لئے باقاعدہ کوشش کرتے۔

دیانت اور راستبازی آپ کی زندگی میں ایک مستقل قرینہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ اس بارہ میں بہت محتاط رہتے تھے کہ آپ کا کوئی عمل کسی شخص کے لئے کسی طور پر بھی اعتراض کا کوئی موقع مہیا نہ کرے۔ آپ کا تقویٰ آپ کے ہر عمل کا نگران رہتا۔ گھر میں جماعتی امور کے لئے جو ٹیلی فون کی لائن تھی اُس سے بعض دفعہ کوئی انجانے میں ذاتی کال ہوجاتی تھی لیکن آپ ایسی تمام کالز کا بہت باریک بینی سے جائزہ لے کر اس بات کو یقینی بناتے کہ ان Calls کی رقم جماعت سے وصول نہ کی جائے۔

خلافت سے آپ کی محبت کا جذبہ ہر چیز پر حاوی تھا۔ اپنی لمبی علالت کے دوران اکثر شدید درد میں مبتلا رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ آپ کو ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ حالت بہت تشویشناک تھی اور آپ بات کرنے میں بھی دشواری محسوس کررہے تھے۔ ہم آپ کے پاس کھڑے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میرے میاں ظاہر احمد نے فون اٹھایا۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا فون تھا وہ آپ کا حال دریافت فرما رہے تھے۔ آپ کی صحت کے متعلق حضورؒ کو کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد میاں ظاہر احمد نے فون آپ کو دے دیا۔ ایک لمحہ کے توقف کے بغیر اور آواز میں درد کی ذرّہ سی بھی رمق ظاہر کئے بغیر آپ نے کہا: ’’السلام علیکم‘‘۔ اسی کھنکھناتے ہوئے لہجے میں جو آپ کی صحت کی حالت میں ہوتا تھا۔ چہرہ مسکراہٹ سے کھل اٹھا۔ وہ اپنے پیارے حضور سے باتیں کررہے تھے اور اس لمحے دنیا بھر کا درد آپ کے ولولہ وشوق کو ماند نہیں کرسکتا تھا۔

اہل خانہ کے ساتھ آپ کا پیار کبھی بھی باتوں کی حد تک نہیں تھا بلکہ آپ کا عمل، مشفقانہ سلوک اور خوبصورت رویّہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ ہم سے متعلقہ چھوٹی چھوٹی باتوں جیسے کہ خاص اہمیت اور خوشی کے دن، سالگرہ کے مواقع اور پسندیدہ کھانوں کو ذہن میں رکھتے۔ اگر کوئی ایسا مضمون آپ کے مطالعہ میں آتا جس کے متعلق آپ سمجھتے کہ یہ میری دلچسپی کا موضوع ہوگا تو وہ مجھے دیدیتے۔ بچوں سے دن بھر کے معمولات کے متعلق دریافت کرتے۔ سکول یا کھیل میں اُن کی عمدہ کارکردگی کی تعریف وتحسین کرتے۔ بچے آپ کے کمرہ سے ہمیشہ خوش اور مسکراتے ہوئے، بسکٹ اور چاکلیٹ پکڑے رخصت ہوتے کیونکہ آپ ہمیشہ ان کی کامیابیوں پر بھرپور خوشی کا اظہار کرتے اور ان کی کمزوریوں پر بے حد ہمدردانہ سلوک روا رکھتے اور ہمیشہ ان میں یہ تأثر اُجاگر کرتے کہ وہ اہم وجود ہیں۔ وفات سے کوئی ایک ماہ قبل آپ ہسپتال میں داخل تھے۔ بچے ان کو وہاں ملنے گئے۔ آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ انہیں قریب بلاکر دونوں کو ایک ایک سو ڈالر دیئے اور کہا کہ وہ جاکر ایسی چیزیں خریدلیں جو واقعی ان کی خواہش اور ضرورت کی ہو۔ عام طور پر تو بچوں کے پاس ایسی اشیاء کی نہ ختم ہونے والی لسٹ ہوتی ہے لیکن اس دن دونوں بچے وہ نقدی گھر لے آئے اور صدقہ دینے کی رقم میں ڈال دی کیونکہ دونوں کی صرف یہ خواہش تھی کہ ان کے دادا صحت یاب ہوجائیں۔

یہ واقعی ہماری خوش قسمتی تھی کہ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب ہماری زندگیوں کا اتنا اہم حصہ تھے۔ ہمیں ہمیشہ ان کی کسک بھری کمی محسوس ہوتی رہے گی۔

معروف شاعر عبدالسلام اسلام صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی وفات پر جو درد بھری نظم لکھی تھی، اس کے دو شعر یوں ہیں ؎

باغ احمد کا مہکتا پھول وہ
بن کے غنچہ، وہ گُلِ تر چل بسا
مثِل ساقی تھا وہ اپنی بزم میں
بادۂ الفت لُٹا کر چل بسا

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

January 15, 2016 – January 21, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday January 15, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 25-45 with Urdu translation.
00:25	Dars-e-Malfoozat
00:40	Yassarnal Quran: Lesson no. 51.
01:05	Peace Conference: Rec. November 08, 2014.
01:45	Aao Urdu Seekhain: Programme no. 17.
02:10	Ilmul Abdaan
02:40	Spanish Service
03:10	Pushto Muzakarah
03:45	Tarjamatul Qur'an Class: Surah Al-Baqarah, verses 225-233 by Khalifatul-Masih IV (ra) in Urdu. Class no. 25. Rec. December 07, 1994.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 288.
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 46-69 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
07:00	An Audience With Hazrat Khalifatul Masih V: Recorded on November 08, 2014.
07:50	Islami Mahino Ka Ta'aruf
08:20	Rah-e-Huda: Recorded on January 16, 2016.
09:55	Indonesian Service
11:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 85.
11:35	Tilawat: Surah Ar-Room, verses 23-38.
11:45	Seerat-un-Nabi: The topic of 'kindness towards women by giving them rights'.
12:30	Live Transmission From Baitul Futuh
13:00	Live Friday Sermon
14:00	Live Transmission From Baitul Futuh
14:35	Shotter Shondhane
15:45	Kasauti
16:20	Friday Sermon [R]
17:30	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:25	An Audience With Hazrat Khalifatul Masih V [R]
19:15	Dars-e-Malfoozat
19:30	Open Forum
20:20	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:20	Rah-e-Huda [R]

Saturday January 16, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:35	Yassarnal Quran
01:00	An Audience With Hazrat Khalifatul Masih V
01:50	Islmai Mahino Ka Ta'aruf
02:10	Friday Sermon: Recorded on January 15, 2016.
03:20	Rah-e-Huda: Recorded om January 16, 2016.
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 303.
06:00	Tilawat & Dars Majmooa Ishteharaat
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
07:00	Jalsa Salana Qadian Address: Recorded on December 28, 2011.
08:00	International Jama'at News
08:30	Story Time: Programme no. 36.
08:55	Question And Answer Session:Rec. May 24, 1997
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon [R]
12:15	Tilawat: Surah Ar-Room, verses 39-51.
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan: A poem request programme.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Spotlight
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Jalsa Salana Qadian Address [R]
19:30	Faith Matters: Programme no. 180.
20:30	International Jama'at News
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
22:55	Friday Sermon [R]

Sunday January 17, 2016

00:10	World News
00:25	Tilawat
00:35	Dars Majmooa Ishteharaat
00:55	Al-Tarteel
01:25	Jalsa Salana Qadian Address
02:30	Story Time: Programme no. 36.
02:55	Friday Sermon: Recorded on January 08, 2016.
04:05	Spotlight
04:50	Liqa Maal Arab: Session no. 304.
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 102-127 with Urdu translation.
06:10	Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein: Prog. no. 13.
06:30	Yassarnal Quran: Lesson no. 48.
06:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam: Recorded on May 20, 2013 in USA.
08:05	Faith Matters: Programme no. 180.
08:55	Question And Answer Session
10:00	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on September 26, 2014.
12:00	Tilawat: Surah Ar-Room, verses 52-61 and Surah Luqman, verses 1-18.
12:15	Aao Husne Yaar Ki Batain Karein [R]
12:35	Yassarnal Quran [R]
13:00	Friday Sermon [R]
14:10	Shotter Shondhane
15:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
16:30	Diamond Junilee Sports Rally
17:00	Kids Time: Programme no. 17.
17:35	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam [R]
19:30	Live Beacon Of Truth
20:35	Ashab-e-Ahmad
21:05	Diamond Junilee Sports Rally
21:35	Canadian Cookies
22:00	Friday Sermon [R]
23:10	Question And Answer Session [R]

Monday January 18, 2016

00:20	World News
00:40	Tilawat
00:55	Aao Husne Yaar Ki Batain Karain
01:15	Yassarnal Quran
01:40	Gulshan-e-Waqfe Nau Khuddam
02:50	Ashab-e-Ahmad
03:20	Friday Sermon: Recorded on January 15, 2016.
04:30	Diamond Junilee Sports Rally
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 305.
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'ara, verses 128-154.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 15.
07:00	Convocation Shahid Jamia UK: Recorded on December 13, 2014.
08:00	International Jama'at News
08:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: An Urdu discussion on the life and character of the Promised Messiah (as).
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on August 08, 1997.
10:05	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on August 21, 2015
11:20	The Valley Of Kashmir
12:00	Tilawat: Surah Luqman, verses 19-35.
12:15	Dars-e-Malfoozat [R]
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 26, 2010.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	The Valley Of Kashmir [R]
15:30	Homeopathy And Its Miracles
16:05	Rah-e-Huda: Recorded on January 16, 2015.
17:35	Al-Tarteel [R]
18:05	World News
18:25	Convocation Shahid Jamia UK [R]
19:10	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
19:30	Somali Service
20:15	Dars-e-Malfoozat
20:30	Rah-e-Huda: Recorded on December 16, 2015.
22:05	Friday Sermon [R]
22:55	The Valley of Kashmir [R]

Tuesday January 19, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50	Al-Tarteel
01:20	Convocation Shahid Jamia UK
02:05	Kids Time
02:40	Friday Sermon
03:50	Hijrat
04:25	Homeopathy And Its Miracles
05:00	Liqa Maal Arab: Session no. 205.
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 155-179 with Urdu translation.
06:15	Dars Majmooa Ishtehara'at
06:35	Yassarnal Quran: Lesson no. 49.
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal And Khuddam: Recorded on May 08, 2013 in Germany.
08:35	Aao Urdu Seekhain: Programme no. 18.
08:55	Question And Answer Session: Recorded on January 29, 1995.
10:00	Indonesian Service
10:55	Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on January 15, 2016.
12:00	Tilawat: Surah As-Sajda, verses 1-20.
12:10	Dars Majmooa Ishtihirat
12:35	Yassarnal Quran [R]
13:00	Faith Matters: Programme no. 178.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	Spanish Service: Programme no. 10.
15:40	Open Forum [R]
16:10	Servants Of Allah
17:05	Aadab-e-Zindagi
17:40	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal And Khuddam [R]
19:25	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on January 15, 2016.
20:30	Live The Bigger Picture
21:15	Aao Urdu Seekhain [R]
21:30	Noor-e-Mustafwi
21:55	Faith Matters: Programme no, 179.
22:50	Question And Answer Session [R]

Wednesday January 20, 2016

00:00	World News
00:15	Tilawat
00:25	Dars Majmooa Ishtihirat
01:00	Yassarnal Quran
01:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Atfal And Khuddam
02:30	Aao Urdu Seekhain
03:00	Aadab-e-Zindagi
03:30	From Democracy To Extremism
04:25	Story Time
04:55	Liqa Maal Arab: Session no. 206.
06:00	Tilawat: Surah Ash-Shu'araa, verses 180-202 with Urdu translation.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein
06:35	Al-Tarteel: Lesson no. 17.
07:10	Jalsa Salana Bangladesh Address: Recorded on February 05, 2012.
08:45	Muslim Scientists
09:00	Question And Answer Session: Recorded on May 24, 1997.
10:05	Indonesian Service
11:05	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on January 15, 2016.
12:10	Tilawat: Surah As-Sajdah, verses 21-31.
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Friday Sermon: Recorded on February 19, 2010.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 86.
15:35	Kids Time: Programme no. 22
16:05	Muslim Scientists [R]
16:30	Faith Matters: Programme no. 188.
17:25	Al-Tarteel
18:00	World News
18:20	Jalsa Salana Bangladesh Address [R]
19:50	French Service : Episode no. 16.
20:55	Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:30	Kids Time [R]
22:00	Friday Sermon [R]
23:00	Intikhab-e-Sukhan

Thursday January 21, 2016

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:40	Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein
01:00	Al-Tarteel
01:30	Jalsa Salana Bangladesh Address
03:05	Deeni-O-Fiqahi Masail
03:40	Open Forum: Programme No. 14.
04:10	Faith Matters
05:05	Liqa Maal Arab: Session no. 207.
06:00	Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:20	Yassarnal Quran: Lesson no. 53.
06:45	Huzoor's Interview By LBC Radio
07:20	Ilmul Abdaan: Programme no. 2.
07:55	Beacon Of Truth: Recorded on October 18, 2015.
09:00	Tarjamatul Quran Class: Recorded on December 08, 1994.
10:00	Indonesian Service
11:00	Japanese Service: Programme no. 06.
12:05	Tilawat: Surah Al-Ahzaab, verses 16-31.
12:15	Dars-e-Malfoozat
12:25	Yassarnal Quran [R]
13:00	Beacon Of Truth [R]
14:00	Friday Sermon: Bengali translation of Friday sermon delivered on January 15, 2016.
15:10	Aao Urdu Seekhein: Programme no. 18.
15:25	Khilafat-e-Ahmadiyya Sal Ba Sal
16:00	Persian Service
16:30	Tarjamatul Quran Class [R]
17:35	Yassarnal Quran [R]
18:00	World News
18:20	Huzoor's Interview By LBC Radio [R]
19:05	Ilmul Abdaan: Programme no. 02.
19:35	Faith Matters: Programme no. 188.
20:30	German Service: Recorded on January 14, 2016.
21:35	Tarjamatul Quran Class [R]
23:00	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London
TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
ISSN: 1352 9587
Vol 23 Friday 15 January 2016 Issue No. 03

خطبہ عید الاضحیٰ

آج قربانی کی عید ہے جسے بڑی عید بھی کہتے ہیں۔عیدالضحیٰ بھی کہتے ہیں اور وہ مسلمان جن کو توفیق ہے، جن کے راستے میں کوئی شر اور روکیں حائل نہیں ہوتیں وہ مکّہ مکرمہ میں حج کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں۔لیکن پاکستان اور بعض اور اسلامی ملکوں سے احمدی باوجود مالی توفیق اور خواہش کے شر اور فتنہ کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں کر سکتے۔بہرحال یہ عید جس یاد میں منائی جاتی ہے اور یہ حج کا فریضہ جو ادا کیا جاتا ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت ہاجرہ کی قربانی کے اس اعلیٰ معیار کی یاد میں اور اتباع میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

یہ عظیم قربانی جو اس خاندان نے دی اس کی یاد کا حق ہم صرف سال کے سال عید منا کر یا جن کو توفیق ہے وہ حج پر جا کر، یا جانوروں کی قربانیاں کر کے ہی ادا نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کے لئے اللہ کے اِن پیاروں کے دل میں جو تقویٰ تھا وہ ہمیں بھی پیدا کرنا ہوگا۔ ہم نے وہ عید کرنی ہے، ہم نے وہ قربانی دینی ہے، جو اس عظیم قربانی کی یاد دلاتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنانے والی ہو۔ یہ سبق ہم میں سے ہر ایک کو یاد رکھنا چاہئے کہ ظاہر عمل اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کرتے بلکہ ہر عمل کے پیچھے جو روح ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قُرب دلاتی ہے۔اسی لئے ہر عمل کے ساتھ اپنی نیتوں کو بھی صاف رکھنا ہوگا۔

اگر نمازوں اور عبادتوں میں سست ہیں تو ہماری عید کی یہ خوشیاں محض دنیاوی خوشیاں ہیں۔ اگر ہم مالی قربانیاں نہیں کر رہے تو ہم اُس مغز کو حاصل کرنے والے نہیں ہیں، اس کی طرف توجہ نہیں کر رہے جس کے حصول کی خدا تعالیٰ ہمیں توجہ دلا رہا ہے۔ اگر ہم حقوق العباد ادا نہیں کر رہے اور معاشرے کے جو مختلف حقوق ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دے رہے تو ہماری عید بے فائدہ ہے۔

ہر احمدی جو اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے منسوب کرتا ہے۔ وہ ان عیدوں کی برکات سے تبھی فائدہ اٹھا سکے گا جب وہ اپنے ہر عمل کو تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے بجا لائے گا۔

بعض اندازوں کے مطابق کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی جب انہوں نے اپنے والد کو جواب دیا تھا کہ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصّافات: 103) تو واقفینِ نَو بچے بھی اس عمر کو پہنچ کر پورا فہم اور ادراک رکھنے والے ہوں کہ وقف نو کیا چیز ہے؟ یہ فہم پیدا کرنا بھی والدین کا کام ہے۔ اگر ہر وہ گھر جہاں وقف نو کا بچہ ہے اپنی ذمہ داری کو سمجھے تو میرے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ جو آسمانی تحریک تھی یہ پورے معاشرے کو صاف کرنے والی تحریک ہے۔

واقفین نَو بچے بھی جو ہوش کی عمر کو پہنچ چکے ہیں اور جو اپنے والدین کے عہد کی تجدید خود ہوش کی عمر کو پہنچ کر رہے ہیں اپنے ذہن میں رکھیں کہ وقفِ نَو میں ہونا اُس وقت اُن کے لئے، اُن کے والدین کے لئے قابل فخر ہوگا جب وہ اس قربانی کے معیار کو سمجھیں گے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قائم فرمایا تھا۔ ہوش کی عمر کو پہنچ کر آپ اپنے آپ کو دینی تعلیم کے لئے پیش کریں۔ اور اگر جامعہ کے اس معیار پر کسی وجہ سے پورے نہ اترتے ہوں، تو پھر جماعتی نظام سے مشورہ کرنے کے بعد اپنی لائن اختیار کریں جس کی جماعت کو ضرورت ہو جس سے جماعت کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔

قادیان کے رہنے والے جو یہاں نئے آنے والے ہیں یا درویشوں کی اولاد ہیں وہ بھی یاد رکھیں کہ ان درویشوں نے بڑے تسلسل کے ساتھ بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کی قربانیوں کو زندہ رکھنے کے لئے اس بستی میں رہتے ہوئے اپنے تقویٰ کے معیار اونچے کریں۔

خطبہ عیدالاضحیٰ فرمودہ امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بتاریخ 11 رجنوری 2006ء بمطابق 11 رصلح 1385 ہجری شمسی بمقام مسجد اقصیٰ قادیان (بھارت)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ-مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ-
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ-صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ-

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی- قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ-سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ- فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ- وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرَاهِیْمُ- قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا- اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ-اِنَّ هٰذَا لَهُوَالْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ-وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ- وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ (الصّٰٓفّٰت:103-109)

خطبہ بھی عید کا حصہ ہوتا ہے۔ یہ جو بعض لوگ اٹھ کر جا رہے ہیں انہیں خاموشی سے بیٹھ کر سننا چاہئے۔

آج قربانی کی عید ہے جسے بڑی عید بھی کہتے ہیں۔عیدالضحیٰ بھی کہتے ہیں اور وہ مسلمان جن کو توفیق ہے، جن کے راستے میں کوئی شر اور روکیں حائل نہیں ہوتیں وہ مکّہ مکرمہ میں حج کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان اور بعض اور اسلامی ملکوں سے احمدی باوجود مالی توفیق اور خواہش کے شر اور فتنہ کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں کر سکتے۔ بہرحال یہ عید جس یاد میں منائی جاتی ہے اور یہ حج کا فریضہ جو ادا کیا جاتا ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت ہاجرہ کی قربانی کے اس اعلیٰ معیار کی یاد میں اور اتباع میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اس خاندان کی قربانی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”پس جب وہ اس کے ساتھ بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچا اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اے میرے باپ وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں پائے گا۔ پس جب وہ دونوں رضامند ہو گئے۔ اور اس نے اسے پیشانی کے بل لٹالیا۔ تب ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم یقیناً تو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے۔ یقیناً اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت کھلی کھلی ایک آزمائش تھی اور ہم نے ایک ذبح عظیم کے بدلے اسے بچا لیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا۔“

اس رؤیا کی بنا پر دیکھیں کہ کس طرح باپ نے اپنے بیٹے کو، اس بیٹے کو جو لاڈلا بیٹا تھا، پہلا بیٹا تھا، بڑی عمر میں پیدا ہوا تھا، اکیلا تھا، قربان کرنے کے لئے کیسا عظیم الشان نمونہ قائم کیا۔ اور پھر اس لئے کہ بیٹا بھی خود اس قربانی میں شامل ہو، وہ بھی اس ثواب کا حقدار ٹھہرے جو خدا تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنے سے ہونا ہے، بیٹے کو بھی کہا یہ خواب تو میں نے دیکھی ہے اور یہ پیغام یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم

باقی صفحہ نمبر 14پر ملاحظہ فرمائیں